قال اللہ تعالیٰ

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون

اور جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب (قرآن مجید) کے موافق حکم نہیں کرتے تو حقیقت میں وہی لوگ منکر و کافر ہیں

المنۃ للہ کہ این رسالہ با فیہا و اثر ما طبع جواب رسالہ مولوی ... بریلوی المسمی بہ

القول العجیب

فی رد

حامد المجیب

در مطبع شمسی حیدرآباد دکن باہتمام ... صاحب ... طبع شد

سنہ ۱۳ ۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ
رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ

شہر پٹنہ سے تحفہ حنفیہ نامی ایک ماہواری رسالہ شائع ہوا کرتا ہے جس مین اکثر اہل حدیث اور ندوۃ العلما کی نکتہ چینیان ہوا کرتی ہین - اور اس ماہواری رسالہ کے بانیون نے اپنے زعم مین اصلاح خلق کا بیڑا اٹھایا ہے مگر انہین یاد رہے کہ نرے لفاظیون سے کچھ کام نہین چلتا - جب تک روح القدس سے تائید نہ ملے اور الہام وکشف اسکے موید نہون - تو یہہ خیال ہمارے نزدیک ایک سطحی خیال سے بڑھکر نہین - بجز اس کے کہ دبے ہوئے خانگی جھگڑے پھر نئے سر زور پکڑین کوئی اور عمدہ نتیجہ نظر مین نہین آتا - یہہ کام ایک عظیم الشان امام کا ہے جو خدا کی طرف سے اس کام کے لئے مامور ہوکر آوے - اور وہ اس قلمی جہاد کے زمانہ مین سلطان القلم کا لقب پاکر قرانی حربہ سے مخالفین اسلام پر حملہ کرنے کے لئے ہر طرح تیار ہو - ہم دیکھ رہے ہین کہ اس رسالہ باز کے ہاتھہ مین سوائے اس کے کہ دوسرون کے اقوال کا پورا انقال ہو کوئی ذاتی جوہر نہین ہے سب پر حملہ کرتے کرتے اندنون امام ربانی سیدنا مسیح موعود حضرت امام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے منہ آیا ہے اور آپین نشا تین

بکواکر کے چاہا ہے کہ اپنے منہ کی ہوا سے اس نور اللہ کو بجھا دے مگر وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ کے وعدہ کی رو سے اس کی ساری کوششین بیکار ہو کر رہینگی - ہمین سخت رنج ہوا ہے کہ جب ہم دیکھتے ہین کہ اس ناخدا ترس حامد رضا بریلوی اور اس کے ہان مین ہان ملانے والے قرآنی محاورات سے بے خبر چار پانچ کٹھ ملا افغانون نے ملکر ایک طالب کے سوال کے جواب مین صفحے کے صفحے کالے کر کے اصل غرض کو در پردہ کرنے مین کوشش کی ہے - اور ناحق کی زحمت اُٹھا کر بھی سائل کو منزل مقصود تک نہین پہونچایا یا بے چارے کی طلب کی پیاس جیسی تھی اب بھی بحال خود باقی ہے - اگر خدا نے چاہا تو ہم اس رسالہ کے آخر مین طالب حق سائل کا جواب چند سطرون مین دیکر حیات جاودانی کے آب شیرین کے پیالہ کو اس منہ سے لگا دینگے جس سے کبھی وہ بار دیگر پیاسا نہو گا - ناخدا ترس مجیب کو چند لفظون کے سمجھنے مین سخت دہوکا لگا ہے اس لیے ہم چاہتے ہین کہ چند مقدمات مین اس کی تفہیم کردین تاکہ آپکے مقاصد کے سمجھنے اور ناظرین منصفین کے فیصلہ کرنے مین کوئی دقت پیش نہ آوے -

مُقَدِّمۂ اُولیٰ

ابن مریم کے بیان مین -

ہمارے مخالفین بھائی اس بات پر بڑا ہی زور دیتے ہین کہ جہان کہین لفظ ابن مریم آجاوے اس سے مراد عیسیٰ نبی اللہ خاتم انبیائے بنی اسرائیل ہین لاغیر انہین یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ دعوے محض بے دلیل اور سراسر تحکم ہے - کیا کسی عورت کا نام مریم نہین ہوتا - اگر اس کے بیٹے کو ابن مریم کہین تو کوئی امر ناجائز ہے عیسیٰ

موسیٰ - ابراہیم - محمد - ہزاروں مسلمانوں کے نام ہین کیا کسی کا ذہن اس طرف منتقل ہو سکتا ہے کہ یہہ نام والے درحقیقت وہی پیغمبر ہین جن کو ہدایت کے لیے خدا تعالےٰ نے مبعوث کیا تہا کیا نہین بخاری کی وہ حدیث یاد نہین رہی کہ جسمین ابوسفیان اور ہرقل بادشاہ روم کے سوال وجواب مندرج ہین ابوسفیان جب دربار شاہی سے لوٹے تو اپنے ساتہیون سے کہا لَقَدْ اَمَرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِی کَبْشَۃَ اِنَّہٗ یَخَافُہٗ مَلِکُ بَنِی الْاَصْفَرِ - یعنی ابن ابی کبشہ (جس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین) کا کام غالب ہو گیا - بن گیا کہ اس سے بادشاہ بنی اصفر ڈرتا ہے حالانکہ آنحضرت کے والد کا نام عبداللہ تہا اور آپ کے ابائے کرام مین بھی کسیکا نام ابوکبشہ نہ تہا - کہتے ہین کہ یہہ شخص ملک عرب مین تمام کے خلاف پر توحید پر قایم تہا - ادنی مناسبت ومشابہت کی وجہ سے ابوسفیان جیسے قریشی فصیح بلیغ عرب کے سردار نے محمد بن عبداللہ کو ابن ابی کبشہ قرار دیا - اور اسی وجہ سے خدا تعالی نے بھی مسافر کو ابن السبیل کے نام سے یاد کیا ہے اور لغت عرب مین چاند کو ابن اللیل کہتے ہین - اور انبائے روزگار کا لفظ ابنائے زمان ہمارے بول چال مین آتا ہے - اور کبھی ان الفاظ سے معنے حقیقی مراد نہین لی گئی - اور سورہ تحریم مین اللہ تعالی نے عام مسلمانون کو مریم بنت عمران اور آسیہ زوج فرعون سے تشبیہ دی ہے اور مسلمانون کو مریم بنت عمران اور آسیہ ٹہرایا ہے اور عارف قرآن پر پوشیدہ نہین ہے کہ بروز کا مسئلہ قرآن مین بکثرت پایا جاتا ہے - جیسے ایک شخص جب اس کے کسی گذشتہ انسان کے خو وبو سیرت وصورت مین باہم کسیقدر مشابہت ہوتی ہے تو کہتے ہین کہ یہہ فلان گذشتہ انسان کے قدم پر آیا ہے اسی اصول پر یہہ مشہور قول ہے لکل فرعون موسیٰ ولکل دجال عیسیٰ -

اور اس ضرب المثل مقولہ سے وہ دعوے غلط نکلا کہ اسم علم میں تاویل کرنا جائز نہیں اور اکثر اولیائے امت پر الہام وکشف سے یہہ امر ظاہر ہو گیا ہے کہ وہ فلان نبی کے قدم پر آئے ہین تو انہوں نے علانیہ اسکا اظہار بھی کردیا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی پکار کر کہتے ہین کہ ہین ہی نوح اور ہین ہی ابراہیم ہین ہی موسی ہین ہی عیسی ہین ہی محمد ہون دیکھو تذکرۃ الاولیا۔ شاہ نیاز احمد بریلوی اپنے دیوان ہین لکھتے ہین ؎ احمد ہاشمی منم عیسی مریم من ام۔ من نہ منم نہ من من ام۔ حدیث کی کتاب پڑھنے والے خوب جانتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر و عثمان و علی وغیرہم صحابی کو ابراہیم و نوح جبریل و میکائیل وغیرہم ملائکہ سے مثال دی ہے دیکھو عسل مصفی کہ اس کے مصنف نے اس مماثلت کو بسط کے ساتھہ بیان کیا ہے۔ نظامی گنجوی ہی اپنے ضمیر کو مریم صفت قرار دیتے ہین ؎ ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زن است۔ کہ مریم صفت بکر آبستن است۔ اگر کوئی بلید الذہن اتنے روشن دلائل پر بھی لفظ ابن مریم یا لفظ عیسی ہین تنکیر و تعمیم کو جائز نہ رکھے اور اسم ہین تاویل کو ممتنع سمجھے تو ہم ایک روایت بخاری کو پیش کر کے سوال کرتے ہین کہ آیا یہان تعمیم ہے یا نہین اور اگر نہین ہے تو ہم آپ کے ایمان پر فاتحہ خیر پڑھ دیتے ہین وہ حدیث یہہ ہے کہ کوئی مولود شیطانی مس سے محفوظ نہین رہا مگر مریم اور اس کا بیٹا۔ اگر لفظ مریم اور ابن مریم ہین تعمیم نہو اور یہہ تاویل نکیجائے کہ جو مسلمان متقی ان دو مان بیٹے کی صفت ہین متصف ہو وہ وسوسہ شیطانی سے محفوظ رہتا ہے۔ تو ان عبادی لیس لک علیہم سلطان وغیرہ متعدد آیات کے صریح مخالفت کے باوجود ایک سخت مشکل درپیش ہوتی ہے کہ انبیائے کرام جن ہین رسول اللہ سید المعصومین بھی داخل ہین انہین سے ایک بھی شیطانی مس اور اوس کے وسوسہ کی زد سے

ہین
محفوظ نہین رہا اعاذنا اللہ منہ ہمارا بدن کانپ اوٹھتا ہے کہ جب ہم کسی سے یہہ سنتے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطہر مقدس قلب مین شیطان کا تسلط ہوجایا کرتا تھا
پس ہمارا ایمان بالقرآن وبالرسول یہہ فتوی دیتا ہے کہ اگر اس حدیث مین تاویل
نکیجاے اور مریم وابن مریم سے ایک صرف متقی مراد نلیجاے تو ضرور بقول علامہ زمخشری یہہ
حدیث موضوع ہونے سے زیادہ رتبہ نہین رکھتی گی مگر ہم نہ اصح الکتب بخاری کی روایتہ
کو موضوعیت کی طرف منسوب کرسکتے ہین اور نہ ہمارے پاس اور نہ کسی ذی علم کے
پاس ایمان جائز ہے اس لیے تعارض قرانی وحدیثی کے ارتفاع کے لیے بجز اس کے
چارہ نہین کہ مریم وابن مریم کے لفظ سے عام معنی لے لین یعنی جس مرد متقی مین مریم وابن
مریم کے اوصاف حمیدہ پاے جاین وہ شیطانی وساوس سے محفوظ ومامون رہاکرتا
ہے۔ ہماری اس تاویل کی صحت بخاری کی دوسری روایتہ سے بخوبی ہوتی ہے
جسمین لکھا ہے کہ جو مرد اپنی بی بی سے جماع کرتے وقت اس دعا کو پڑھے بسم اللہ
اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا۔ اور خدا تعالے
اس کو لڑکا لڑکی عنایت کرے تو وہ لڑکا لڑکی شیطان کی ضرر دہی اور وسوسہ
اندازی سے بچ جاتی ہین قابل غور ہے کہ یکبار بحالت جماع جناب آلہی مین دعا
کرنیوالا اور شیطان رجیم سے پناہ مانگنے والا جب وہ اور اوس کی اولاد ضرر
شیطانی سے محفوظ رہین تو جو لوگ اول درجہ کے متقی ہین اور شب وروز استغفار
پڑھا کرتے ہین کیونکر انپر شیطانی تسلط ہوسکتا ہے اور اصول فقہ کا مسلمہ
قاعدہ ہے کہ جہان معنی حقیقی متعذر ہو تو وہان معنی مجازی لینا چاہیے۔ جب متعدد
آیات قرآنی (جنکا ذکر ہم خاتمہ مین کرینگے) اور متعدد احادیث نبوی ابن مریم
علیہ السلام کے وفات کے بصراحت مقتضی ہین تو پھر نزول ابن مریم سے معنی حقیقی یقین
کرنا اور وفات یافتہ انسان کو آسمان سے اتارنا اور نزول بروزی جسکی صحت صدہا

آیات کتاب مجید سے پائی جاتی ہے [illegible] کا انکار کرنا خلاف اصول سے
جہالت و فضول ہے - کہا مردہ دوبارہ دنیا میں آسکتا ہے - ہمارے مخالفین بھائیوں کی
عقل اس کے جواب میں جو پیش کرتی ہے وہ یہہ کہ کیا خدائے تعالی میں قدرت نہیں
کہ مردہ کو دوبارہ زندہ کر سکے - اسکا مفصل جواب مجیب کے رد میں آیندہ لکھینگے مگر
سردست ان چند پہلوؤں پر بس کرتے ہیں کہ جب قدرت کے سامنے سارے محالات عقلیہ
ونقلیہ ممکن الوقوع ہیں تو علمائے اصول سے سخت غلطی ہوئی کہ معنی حقیقی کے تعذر کے
وقت مجازی معنی کے اختیار کو ضروری سمجھا - مگر جب ہم قرآن پر ایک نظر ڈالتے ہیں
تو آیات قرآنی اسی اصولی قاعدہ کو مستحکم کرتی اور علمائے اصول کے اس
رائے کو بڑی زور سے تائید دیتی ہیں سارا قرآن استعارہ و مجاز سے بھرا پڑا ہے
اور حق تو یہہ ہے کہ فصاحت و بلاغت کے اسباب سے ایک سبب یہہ بھی ہے - عجیب
حیرت انگیز واقعہ ہے کہ جب حیات ابن مریم کے قائلین دلائل قاطعہ قویہ سے لاجواب
ہو جاتے ہیں تو انکا آخری عذر یہہ ہوتا ہے کہ کیا خدائے برتر میں مردہ کے زندہ
کرنے کی قدرت نہیں - ہم کہتے ہیں کہ یہہ صحیح ہے مگر اسکا کیا معنی کہ زید زمین پر
مرے اور زمین میں دفن کیا جائے اور زندہ ہوکر اٹھے تو آسمان سے آوے
تلک اذا شیء عجیب و امر غریب - ہمارے مخالف بھائیوں نے اگر ابوتراب کی کنیت
پر غور کیا ہوتا تو انہیں ابن مریم کی کنیت میں ایسی دقتیں درپیش نہوتیں
کیا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے کسی لڑکے کا نام تراب تھا ہرگز نہیں - رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنی مناسبت کی وجہ سے کہ ان کے بدن پر مسجد نبوی
میں لیٹنے کے سبب سے دھول لگ گئی تھی تو ارشاد فرمایا قم یا ابا تراب
پس اگر وہی فصیح بلیغ رسول عربی فداہ ابی و امی اپنی پیشگوئی میں مناسبت
و مشابہت تامہ پائے جانے کی وجہ سے کسی اپنے غلام کا نام ابن مریم رکھدے

تو اس سے کونسا استبعاد عقلی و نقلی لازم آتا ہے جس پر شور برپا کیا گیا ہے۔ ابو ہریرہ کے
لفظ پر بھی غور کرو۔ اس آسمانی مرد خدا احمد کی مشابہت ابن مریم و محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے
اگر دیکھنی منظور ہو تو ایام الصلح اور ازالہ اوہام اور آئینہ کمالات اسلام و عسل مصفی کا مطالعہ
فرمائیے۔

مقدمہ ثانیہ

نزول کے بیان میں۔

ہمارے مخالفون کو اس لفظ کے استعمال مین سخت دہوکا ہوا ہے مسیح موعود کی
احادیث مین جہان جہان لفظ نزل ینزل آتا ہے تو یہہ لوگ بلا تامل اس سے
نزول من السماء مراد لیتے ہین اور اسی سبب سے جہان کہین قرآن و حدیث مین اسکے
خلاف معنے مفہوم ہوتا ہے تو وہان تاویلین کیا کرتے ہین اور بلا سبب نصوص کو ظاہر معنے
سے پہیرتے ہین۔ سو جاننا چاہیئے کہ اس لفظ نزول کا استعمال متعدد و مختلف
معنی مین ہوا کرتا ہے کہین بمعنی پیدایش اور کہین بمعنی بعثت و خروج اور کہین بمعنی
اُترنا اور ٹہرنا اور قیام کرنے کے آتا ہے مثلاً وحی اور پانی اور ملائکہ اور کتاب سماوی
مین اگر نزول و انزال کا لفظ آیا ہے تو وہان البتہ اترنے کا معنی ہی کرنا چاہیئے
قال اللہ تعالی۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً وَاَنْزَلْنَا التَّوْرَاتَ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ
فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ تَنَزَّلُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوْحُ الخ اور اگر بمعنی اشیا کی
ساتہہ اس لفظ کو لاوین خواہ وہ انسان ہو یا حیوان یا جمادات تو لامحالہ وہان
معنی پیدایش و بعثت و خروج و قیام کا معنی ہی مراد ہوا کرتا ہے جیسا فرمایا
اللہ تعالی نے وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ الآیۃ پارہ ۲۷ رکوع ۱۹۔ یعنے ہمنے

لوہا پیدا کیا اگر یہاں نزول من السماء مراد لیں تو مشاہدہ کے صریح خلاف ہے
کیا کسی نے دیکھا ہے کہ لوہا آسمان سے اوترا کرتا ہے کانوں سے نہیں نکلتا
قال اللہ تعالیٰ یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم
وریشا ط پارہ ۸ رکوع ۱۰۔ کیا کپڑوں کے تھان یا کرتہ یا پاجامہ بنے بنائے
آسمان سے اترتے ہیں یا یہیں زمین میں پیدا ہوتے اور بنتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ
وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج ط پارہ ۲۳ رکوع (۱۵)
یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جانوروں کے آٹھ جوڑے پیدا کئے۔ اگر یہاں
نزول سے نزول من السماء مراد لیتے ہو تو اونٹ گھوڑے گدہے خچر گائے بیل بکری
وغیرہ جانوروں کا آسمان سے اترنے کا ثبوت تمہارے ذمہ ہوگا وھو عسیر و
محال قطعا۔ اور نیز نزیل اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو سفر کرتا ہوا کسی مقام پر ٹھیر جاوے
اور جہاں پر ٹھیرتا ہے اس کو منزل کہتے ہیں۔ ہرگز یہاں نزول من السماء مراد
نہیں ہوا کرتی پس جہاں کہیں مسیح موعود کے لئے نزول کا لفظ مستعمل ہوا ہے
وہاں قطعا بعثت و ارسال کا معنی مراد ہے اگر ہمارا بھائی اتنے دلائل پر بھی اپنے
عناد کو نہ چھوڑے اور نزول من السماء پر مصر رہے تو ہم اور چند قرآنی و حدیثی
نظائر پیش کرکے انکا مطلب حسب اصرار خود اس کے منہ سے سننا چاہتے ہیں۔
فرمایا اللہ تعالیٰ نے قد انزل اللہ ذکرا رسولا یتلو علیکم آیات اللہ
یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک یاد دلانے والے رسول (محمد صلعم) کو تمہاری طرف
نازل کیا کہ وہ تمکو اللہ کے آیات پڑھکر سناتا ہے۔ فرمائیے حضرت اگر یہاں
نزول سے مراد نزول من السماء ہے تو اسکا اثبات آپ پر واجب ہوگا کہ
رسول اللہ صلعم کسی وقت آسمان پر تشریف لے گئے ہوئے تھے اور ایک زمانہ
دراز کے قیام اور تعلیم و ہدایت کے اہتمام کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں آسمان سے

رسول بنا کر اتارا کیا کسی مخالف وموافق نے بچشم خود دیکھا ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا چالیس برس سال آسمان سے نزول فرما رہے ہیں۔ پس بجز اس کے کہ یہاں ارسال وبعثت کا معنی لین کوئی صورت بن نہیں پڑتی۔ اور اگر ہم کتب احادیث وسیر وادب سے عبارات نقل کریں تو یہہ مقدمہ طویل الذیل بن جائیگا اس لئے صرف ایک دو حدیث پر اکتفا کرتے ہیں امام بخاری باب التناوب فی العلم میں عمر سے روایت کرتے ہیں قَالَ كُنْتُ اَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْاَنْصَارِ فِي بَنِي اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَاَنْزِلُ يَوْمًا فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهٖ وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَنَزَلَ صَاحِبِي الْاَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهٖ فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا الحدیث کیا حضرت عمر اور انکا پڑوسی انصاری دونو کی آمد ورفت بار بار آسمان پر ہوا کرتی تھی اور بار بار اپنی اپنی باری پر آسمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نازل ہوا کرتے تھے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لیس التحصیب بشیٔ اِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری فتح الباری جلد (۳) صفحہ (۱۷۴) اس کا معنی کیا یہہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام تحصیب پر آسمان سے نزول فرماتے تھے کَانَ اِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا لَمْ يَرْتَحِلْ حَتّٰى يُصَلِّيَ الظُّهْرَ رواہ احمد والنسائی عن انس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہہ تھی کہ جب سفر کرتے ہوئے کسی منزل میں اتر جاتے تھے تو جب تک ظہر کی نماز نہ پڑھ لین کوچ نہیں کرتے تھے اسکا ترجمہ حسب اصرار مخالف یون کرنا پڑے گا کہ جب منزل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آسمان سے نزول فرماتے تو کوچ نہین کرتے تھے جب تک کہ ظہر کی نماز سے
فارغ نہو لین - اے میرے بھائی کیا اس ترجمہ سے آپکا قلب مطمئن ہو سکتا ہے
اور یہہ ترجمہ مشاہدہ و بداہتہ کے خلاف نہین ہے - ضرور ہے اکثر ہمارے مخالف
بھائی یہہ سوال پیش کرتے ہین کہ امام بخاری نے اپنی کتاب مین باب نزول عیسیٰ بن
مریم باندہا ہے - ہم کہتے ہین کہ آپ کو کہان سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا منشاء
اس سے نزول من السماء ہے لاغیر - اور حق یہہ ہے کہ چونکہ حدیث مذکورہ
ذیل مین نزل ابن مریم کا جملہ تہا اس لئے امام نے باب نزول عیسیٰ ابن مریم
سے ایک عنوان قایم کیا - ورنہ انکا مسلک تو اس کے خلاف ہے کیونکہ انہون نے
کتاب التفسیر مین بروایۃ ابن عباس وارشاد نبوی وفات عیسیٰ کا ثبوت دیا ہے
پھر نزول من السماء کا عقیدہ کیسا جسطرح اسی امام جلیل الشان نے باب نزول
عیسیٰ ابن مریم باندہا ہے اسیطرح باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ عنوان
قایم کرکے یہہ ثابت کر دیا ہے کہ نزول ابن مریم مثل نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ہے - اس سے نزول من السماء سمجہنا سراسر حمق وابلہی ہے - بعض حضرات مشکوٰۃ
کی یہہ روایت (ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض) پیش کرکے اعتراض کرتے ہین
کہ الی الارض چاہتا ہے کہ ینزل کے بعد من السماء محذوف مانا جائے تو ان کے
اسکات کے لئے صحیح بخاری باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ کافی ہے - اور
اگر کہا جائے کہ یہان نزول کا صلہ الی آیا ہے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ اس سے
کوئی قباحت پیش نہین آتی - اور ہمارا مدعا ہر طرح حاصل ہے کہ عیسیٰ سفر کرتے
ہوئے کسی خاص زمین یا ملک مین فروکش ہوگا تاریخ الخلفاء صفحہ (۱۵۸) مین
لکھا ہے قال محمد بن فضالہ مر عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز براہب فی الجزیرۃ

فَنَزَلَ اِلَیْہِ الرَّاھِبُ وَلَمْ یَنْزِلْ لِاَحَدٍ قَبْلَہٗ وَقَالَ اَتَدْرِیْ لِمَ نَزَلْتُ اِلَیْکَ اس
عبارت میں دو مقام پر نزول کے ساتھ حرف الی کا استعمال ہوا ہے کیا
کسی ذی علم ادیب کا ذہن اس طرف منتقل ہوسکتا ہے کہ وہ راہب آسمان سے
اتر کر عبداللہ بن عمر عبدالعزیز سے ملاقات کی۔ اگر کوئی متعصب ملا اپنی مدعا کے
فوت کے ڈر سے راہب مذکور کے لئے نزول من السماء جائز رکھے اور آسمان سے
اترنے کا ترجمہ کرے تو اس کو ضرورتاً عبداللہ کے لئے صعود الی السماء کا قائل
ہونا پڑے گا غور کرو عبارت مذکورہ میں۔

طرفہ تر ماجرا یہ ہے کہ یہی لفظ نزول جس پر ہمارے مولوی صاحبان من السماء کا
حاشیہ چڑھا کر اپنے دل کو خوش کرتے ہیں اور حضرت مسیح کو زندہ آسمان سے
اتارتے ہیں مسیح دجال کے لئے بھی مستعمل ہوا ہے۔ امام احمد و امام مسلم و امام بخاری
روایت کرتے ہیں یَاْتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الشَّامِ وَھِمَّتُہٗ الْمَدِیْنَۃُ حَتّٰی یَنْزِلَ
دُبُرَ اُحُدٍ الحدیث۔ یعنی مسیح دجال شام کی طرف سے آکر مدینہ کا قصد کریگا
یہانتک کہ کوہ احد کے پیچھے اترے گا۔ اور طبرانی و احمد کی ایک روایت میں
یَنْزِلُ الدَّجَّالُ بِھٰذِہٖ السَّبِخَۃِ - آیا ہے یعنے دجال اس شور زمین
میں اتریگا اور صحیحین میں لکھا ہے فَیَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِیْ تَلِی الْمَدِیْنَۃَ
یعنی دجال بعض شورناک زمین میں اتریگا کہ جو مدینہ کے نزدیک ہیں۔ جن صاحبونکو
زیادہ روایات اس باب میں دیکھنا منظور ہو تو وہ کنز العمال کا مطالعہ فرماویں
کہاں ہیں نزول سے نزول من السماء مراد لینے والے علماء ذرا اس دجالی نزول کو
بھی ملاحظہ فرماویں ہمیں ان کی ہٹ دھرمی اور حضرت اقدس مرزا صاحب
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ذاتی عداوت و حسد سے یقین ہے

کہ یہہ حضرات دجال کو بھی آسمان سے اتار کر چھوڑینگے اور اس کے بغیر انہیں
چارہ بھی کیا ہے کیونکہ بلا تفاوت دونو (مسیح ابن مریم و مسیح دجال) کے لیے
لفظ نزول کا استعمال ہوا ہے ۔ سراسر تحکم ہوگا کہ عیسیٰ کے نزول سے من السمار مراد
ہو اور دجال کے نزول سے یہہ معنی ذہن میں نہ آویں ۔ یاد رہے کہ مسیح موعود کے
لئے لفظ خروج کا بھی حدیثوں میں مستعمل ہوا ہے اور کہیں لفظ بعثت بھی آیا
ہے اور خروج کا لفظ تو صاف ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مامور من اللہ کی بعثت
زمین ہی میں سے ہوا کرتی ہے تو پھر باہمی توفیق و تطبیق کے لئے سوا اس کے
کیا علاج ہے کہ نزول کا معنی بعثت و خروج لیے ہو جس سے تمام اعتراضات قرآنی
و حدیثی بھی مندفع ہو جاتے ہیں ایک امر یہہ بھی یاد رکھو کہ اگر حضرت مسیح ناصری
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رفع بجسدہ العنصری آسمان پر ہوا ہوتا تو ضرور محاورہ عرب کی
رو سے ان کے لئے رجوع یا عود کا لفظ استعمال کیا گیا ہوتا ۔ نہ نزول کا دیکھو یہ روح
انسانی چونکہ اپنے رب کی طرف سے زمین پر آئی تھی اس لئے اس کو واپس کرنے کے وقت
ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ ارشاد ہوا ۔

مُقدّمہ ثالثہ

رفع کے بیان میں ۔

عدم تدبر کے سبب ہمارے مخالف بھائیوں کو جس قسم کا دھوکا لفظ نزول میں لگا ہوا
ہے لفظ رفع بھی ان کے زلت اقدام کے لئے کم رتبہ نہیں ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا
بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں زود رنج یہہ کہتے ہیں کہ یہاں رفع سے مراد رفع جسم

الی السماء ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام اپنے خاکی جسم کو جو کھانے پینے پیشاب پاخانے کا محتاج اور تغیر تبدل کا محل ہے تمام مخلوق ارضی کے خلاف از آدم تا این دم کے خلاف تجارب صحیحہ کے خلاف سارے انبیا کے خلاف مات الناس حتی الانبیا نحوی ضرب المثل کے خلاف سید الاولین والآخرین خاتم الانبیا افضل الرسل کے رفعت شان کے خلاف اور کلام الٰہی — ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین کے منشاء اور وعدہ کے خلاف وما جعلنا ھم جسدا لا یاکلون الطعام کی آیۃ کے بے بدل قاعدہ کے خلاف ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون کے خلاف ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئا کے غیر مبدل اصول کے خلاف او ترقی فی السماء الی ان قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کے خلاف اور اعوذ بک من ارذل العمر ارشاد نبوی کے خلاف اور آیۃ وکل فی فلک یسبحون کے رمز اور آسمان کے الطف الطائف و جسم خاکی بشری کے غیر محل ہونے کے خلاف آسمان پر لیجا کر دو ہزار برس کے قریب الان کما کان لایزول ولایحول کی خصوصیت کے ساتھہ تشریف فرما ہیں۔ کیا ممکن ہے اور کیا کوئی سلیم الفطرت انسان کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک انسان ہاں صرف ایک انسان کو فوق سماے دنیا لیجائے اور اپنے اس قدر اقوال و افعال و وعدوں کے شکستہ ریخت کی پروا نکرے اور اپنی پاک کتاب کو غیر اقوام کے اعتراض کا تختہ مشق بنا دے اور خود فرماوے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اور خود ہی تمام اختلافات کا جامع ہو اور اجتماع ضدین کو جائز رکھے تعالیٰ عن ذلک کتابہ الکریم وصاحبہ العظیم لہٰ خدا کے لئے سچ بتلاؤ کہ یہہ رفع عیسیٰ بجسدہ العنصری اور قیام بلا اکل و شرب اور ہوش و حواس و عمر کے عدم تغیر وغیرہ کے لئے یہہ آیات بینات مانع اور سخت مانع ہیں یا نہیں۔ اور وما محمد الا

رسولٌ قد خلت من قبلہ الرسلُ ط ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد ط ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم و لاکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط وما جعلنا لبشرٍ من قبلک الخلد ط کیا اس رفع جسمانی ونزول من السماء کے مخالف ومنافی نہیں ہیں ضرور ہیں پس بحضور حاضر یاد رکھو کہ تخالف وتناقض سے اس وقت مخلصی مل سکتی ہے کہ رفع سے رفع روحانی مراد لی جائے جو بعد موت کے ہر راست باز انسان کے لئے لازم حال پڑا ہوا ہے۔ جس سے مراد رفع درجات ہے اور بس۔ قبل اس کے کہ ہم اپنے دعوے پر دلائل پیش کریں بطور لطیفہ یہہ التماس رکہتے ہیں کہ اگر ہمارے بہائی صاحبان سعدی علیہ الرحمہ کے گلستان کو بغور ملاحظہ کیا ہوتا تو رفع کے معنے سمجھتے ہیں انہیں چندان دقت در پیش نہوتی شیخ سعدی لکہتے ہیں کہ پیش نوشیروان مژدہ آوردو گفت کہ فلان دشمن ترا خدای تعالی برداشت گفت ہیچ شنیدی کہ مرا خواہد گذاشت۔ دیکہو رفع اللہ کا ترجمہ فارسی میں خدای تعالی برداشت ہے دونو عبارت میں ماضی مطلق اور فاعل خدا ہے۔ پہر کیا وجہ ہے کہ ایک جگہہ موت کا معنی لیا جائے اور دوسری جگہہ آسمان پر چلے جانیکا فرق ہیں تبلاؤ و اتین لکم۔

استدلال قرآنی

فرمایا اللہ تعالی نے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ پارہ ۲۵ رکوع ۲ سورۂ فاطر یعنی اللہ ہی کی طرف پاک کلمے چڑہتے ہیں اور عمل صالح انسان کو بلند کرتا ہے اعنی مقرب الٰہی بنا دیتا ہے۔ صاحبو کہیں تم نے بہی آپ نے دیکہا ہے کہ نیک عمل کرنے کے سبب مرد مسلم آسمان پر بہہ جسم لیکر چڑہ جاتا ہے۔ اگر یہہ دستور قدیم الایام سے چلا آتا ہے تو حضرت مسیح کی اس میں

کیا خصوصیت ہے - اس رفع مین اور مسیح کی رفع مین کیا فرق ہے - انصاف کرو- اور حق پوش نہ بنو- قَالَ اللہ تعالیٰ - وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّ رَفَعْنٰهُ مَکَانًا عَلِیًّا ؕ سورہ مریم رکوع ۴ - یعنی کتاب مین ادریس کو یاد کر اس سلئے کہ وہ ایک سچا نبی تہا اور ہم نے اس کو ایک بلند مکان مین اوٹھایا تہا یعنی اس کو جگہہ دی تہی یہان رفع درجات مراد ہے اگر رفع الی السماء مراد لین تو ضرور ہے ان کے سلئے بھی نزول من السما تسلیم کیا جاے اور یہہ قائلین حیات مسیح کے خلاف مقصود ہے وہ سبکو سواے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اوتارنا نہین چاہتے - اکثر مفسرین کی راے ہے کہ حضرت ادریس زندہ آسمان پر نہین گئے بلکہ بعد مرگ ان کی روح آسمان پر صعود فرمائی ہے اور اگر کوئی ان کو بھی فوق السموٰت زندہ تسلیم کرے تو جو دلائل قرانیہ و حدیثیہ و عقلیہ وفات مسیح کو ثابت کرتے ہین انہین سے اس باطل عقیدہ کا استیصال بھی ممکن ہے خضر و الیاس و اصحاب کہف و زربیت بر ثملا وصی عیسیٰ و سر من دابہ کے مختفی امام صاحب الزمان وغیرہم کو ابتک زندہ بجسدہم العنصری اعتقاد کرنے والے ان قرآنی و حدیثی کے برہان کے آب دار تلوار سے دور ہی دور رہنا ورنہ انکا مقابلہ در حقیقت آسان نہین ہے - ان کاری حربون کا ایک ہی وار مرغ بسمل بنانے کے لئے بس ہے - کل من علیہا فان نعرہ مار کر ان کا ایک ہی حملہ رگ جان کے کاٹنے مین بار ہا جم نکلا ہے قَالَ اللہُ تَعَالیٰ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰکِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ ؕ پارہ (۹) رکوع ۲۲ یعنی اگر ہم چاہتے تو بلعم باعور کو ان نشانات کی وجہ سے اس کے مدارج بلند کرتے مگر وہ تو پستی کی طرف جہکتا گیا اور اپنی نفسانی خواہشون کی پیروی کی - کہان ہین انصاف پسند علماء ہمین آگرا تنا سمجہا دین کہ اس آیتہ سے بلعم کا آسمان پر اپنی جسم کو لیکر جانا ثابت ہے اگر وہ

اخلد الی الارض نہو جاتا تو ضرور وہ بھی کسی آسمان مین جائے گزین ہوتا - دیکھو رفع اللہ یہان بھی ہے اور وہان بھی پھر ایک سے رفع درجات مراد لینا اور دوسرے سے رفع الی السماء کا مطلب سمجھنا کہانتک ہوا پرستی و نفس پرستی پر اصرار ہے قال اللہ تعالی فی بیوت اذن اللہ ان ترفع - پارہ (۱۸) ع (۵) سورہ نور - یعنی ان گھرون مین جن کی اجازت اللہ نے دی ہے کہ بلند کئے جائین اے حضرت عیسی کے مرفوع الی السماء اعتقاد رکہنے والے خدا کے لئے ان گھرون کے مرفوع الی السماء ہونے پر بھی غور کرو - ان گھرون کو بھی مرفوع الی السماء مان لیجئے تاکہ مسیح ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بود و باش کے لئے کوئی دقت اٹھانی نہ پڑے - کدہر ہین بات بات پر قدرت الٰہی کو پیش کرنے والے اجی حضرت جس ذات کامل القدرت مین جسم خاکی بشری کو بزعم شما آسمان پر لیجانا قدرتاً و اعتقاداً جائز ہے کیا وہ قادر مطلق ان گھرون کو آسمان پر لیجانے سے عاجز ہوسکتا ہے ہرگز نہین - یہہ الزام صرف اخبار الٰہی و احکام الٰہی کی تکذیب کا ثمرہ ہے - فاعتبروا یا اولی الابصار - قال اللہ تعالی - فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ - سورہ عبس پارہ ۳۰ کیا آپ کا یہہ بھی اعتقاد ہے کہ جو صحیفے نازل ہوئے تھے پھر وہ کسی وقت آسمان پر اٹھا لئے گئے - ہین بھولا باعتقاد شما یہہ ممکن ہے اور آپ کہہ سکتے ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے تلاوت کے لئے خدای تعالی نے صحف الہیہ کو آسمان پر لیگیا مگر آن کو مشکل یہہ پڑے گی کہ جب سب کے سب آسمان پر اوٹھا لئے گئے تو یہہ صحیفے جو اب دنیا مین نظر آتے ہین یہہ کیا ہین - اس کا جواب آپ کی طرف سے یہہ ہوسکتا ہے کہ جو صحیفے آسمان پر مرفوع ہوئے ہین وہ تو اصل ہین اور یہہ اس کی نقل ہے -

استدلال حدیثی

اِنَّ مِنْ وَرَائِکُمْ اَیَّامًا یَنْزِلُ الْجَھْلُ وَیُرْفَعُ الْعِلْمُ - الحدیث رواہ الترمذی وابن ماجہ یعنی تمہارے بعد ایسے دن بھی آنے والے ہیں کہ نادانی نازل ہوگی اور علم اٹھایا جائیگا رفع علم سے کیا مراد ہے - کیا یہی کہ کتب احادیث وفقہ و قرآن وتفسیر وغیرہ کسی زمانہ آیندہ میں آسمان پر مرفوع ہونے والی ہیں اور جہل بھی مثل حضرت مسیح آج نہیں تو کل ضرور حسب اعتقاد شما آسمان سے اترنے والا ہے اور یہہ بھی ضرور ہے کہ نزول جہل من السماء پہلے ہو اور نزول مسیح ابن مریم بعد ہیں - اور اس کا بھی یقین رکھنا آپ پر لازم ہوگا کہ نزول جہل کے وقت جو علم مرفوع الی السماء ہوا ہوگا حضرت مسیح تشریف لاتے وقت اس کو واپس لیتے آئینگے - مگر کارساز مخبر صادق کی یہہ پیشگوئی بوضاحت تمام پوری ہوتے نظر آتی ہے کیونکہ اندنون اس قدر دلائل عقلی ونقلی کے دیکھنے پر بھی یہہ دابۃ الارض (علماے کور باطن مسیح بن مریم علیہ السلام کے حیات جسمانی وصعود الی السماء بجسدہ العنصری ونزول من السماء بجسدہ پر اڑے ہوئے ہیں تو علم ونور فراست کے مرفوع ہونے کے سبب انہیں جہالت کا شیوع بکثرت ہوگیا ہے -

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَی الْعَبَّاسِ یَعُوْدُہٗ فَدَخَلَ عَلَیْہِ وَالْعَبَّاسُ عَلٰی سَرِیْرٍ لَہٗ فَاَخَذَ بِیَدِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَقْعَدَہٗ فِیْ مَکَانِہٖ قَالَ لَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَفَعَکَ اللّٰہُ یَا عَمِّ - کنز العمال جلد (۷) صفحہ ۶۵ - اگر اس حدیث میں رفع سے مراد رفع روحانی نہیں ہے بلکہ رفع عباس رضی اللہ عنہ الی السماء ہے تو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاے مبارک غیر مقبول نکلی اس لئے کہ مشاہدہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ

آسمان پر نہین گئے بلکہ بعد مرگ اسی زمین مین دفن ہوئے۔ مَنْ تواضع اللہ رفعہ اللہ۔ اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعہ۔ کنز العمال جلد ۲ صـ ۲۵ یعنی جو شخص اللہ تعالی کے لئے تواضع کرتاہے تو اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور جسوقت بندہ عاجزی انکساری کرتاہے تو اللہ تعالی اس کو اٹھا کر ساتوین آسمان پر لیجاتا ہے لیجیے حضرت حدیث دوم سے صاف ظاہر ہے کہ ہر متواضع کا مقام قیام فلک ہفتم ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے مقام سے نہایت ارفع ہے۔ اب بھی کوئی خصوصیت حضرت مسیح کے مرفوع الی السماء ہونے مین باقی ہے۔ اس امت مرحومہ بلکہ ادیان سابقہ مین بے شمار مسلمان متواضع اور فروتنی کو اپنا شعار بنائے ہوئے گذرے ہین اور اس حدیث شریف کی رو سے بزعم شما ساتوین آسمان تک مرفوع بھی ہوئے مگر حیرت ہے کہ کسی نے آجتک دیکھا اور نہ سنا کہ انہین سے ایک کا بھی نزول الی الارض ہوا ہو پس حضرت مسیح کے نزول من السماء الی الارض کی امید کس دلیل سے کی جاتی ہے۔ اگر آپ کہین کہ قرآن شریف مین حضرت مسیح کے لئے رفع آیا ہے اور حدیث شریف مین ان کیلئے نزول اور یہہ ہماری اُمید کی دلیل ہے۔ مین کہتا ہون کہ جب آپ پر ان دو مقدمون سے رفع و نزول کی اصل حقیقت معلوم ہوگئی تو بار بار انہین کو پیش کرنا سراسر ہٹ دھرمی اور اعراض عن الحق ہے۔ و نیز جب ہر نیک مرد جن مین انبیاء و اولیا سب داخل ہین آیت قرآنی مذکورۂ بالا کی رو سے مرفوع ہوا کرتا ہے۔ اور قرآن و حدیث مذکور الصدر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے لئے نزول کا لفظ مستعمل ہوا ہے تو آپ پر واجب ہوگا کہ حسب قاعدہ مفترضہ خود رسول اکرم صلعم و دیگر حضرات کے لئے نزول من السماء کی اُمید رکھین۔ فتفکروا و انصفوا۔ اس حدیث مین رفع کے ساتھ الی السماء کے لفظ کے ہونے

پھر بھی جب طرفین کے نزدیک قطعاً رفع روحانی و رفع درجات مراد ہے تو جہاں صرف رفع کا لفظ آتا ہے من السماء نہ دار د ہے تو وہاں کے رفع سے رفع جسمانی و رفع الی السماء لینا و اللہ ثم باللہ اقبیاس سر تعصب و انصاف کا خون کرنا ہے۔ اتقوا اللہ ایہا المومنون بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ دعا کو ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَرْفَعْنِی وَلَا تَضَعْنِی اور جلسہ میں السجدتین میں اس دعا کا پڑھنا معمول ہے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِی وَاھْدِنِی وَارْزُقْنِی وَارْفَعْنِی وَاجْبُرْنِی کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی تعلیم سے یہ منقصود تھا کہ اس کو پڑھکر آپ کے امتی آسمان پر چلے جایا کریں۔ اور کیا داعی کا اس دعا سے یہ نیت ہوا کرتی ہے کہ میں آسمان پر مرفوع ہو جاؤں۔ بخدا اس دعا کی تعلیم سے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض رفع الی السماء ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ اس چودہ سو برس کے اندر کم سے کم دس ہزار خدا کے مقبول بندے مرفوع الی السماء نہ ہوئے ہوتے۔ بلکہ خود ہی معلم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام رسالت بازو نکا سرتاج ہے اور اس کے خواص خاص شاگرد جیسے خلفائے راشدین وغیرہ آسمان پر جا کر ہمارے لئے ضرور نمونہ بنے ہوتے جس سے اس دعا کے پڑھنے کی ہمیں زیادہ رغبت ہوتی۔ جب رفع جسمانی الی السماء محال ٹھہرا اور قرآن و حدیث کے نصوص محکم اس کے مانع ہوئے تو بجز اس کے کہ معنی رفع کا رفع روحانی لیا جائے اور کیا چارہ ہے۔ فتدبر۔

استدلال لغوی

لِسان العرب میں لکھا ہے اَلرَّفْعُ ضِدُّ الْوَضْعِ وَفِیْ اَسْمَاءِ اللہِ الرَّافِعُ ھُوَ الَّذِیْ یَرْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْاِسْعَادِ وَاَوْلِیَاءَہٗ بِالتَّقْرِیْبِ۔ قَالَ الزَّجَاجُ اَلْمَعْنٰی اِنَّمَا تَخْفِیْضُ اَھْلِ الْمَعَاصِیْ وَتَرْفَعُ اَھْلَ الطَّاعَۃِ وَالرَّفْعُ تَقْرِیْبُکَ

الشیٔ بالشیٔ و فی التنزیل وَفُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ ای مقربۃ لہم ومن
ذٰلک رفعتہ الی السلطان ویقال نساء مرفوعات ای مکرمات
اور صراح میں لکھا ہے رفع نزدیک گردانیدن کسے را بکسے صلتہ بالی ومن
ذٰلک قولہم رفعتہ الی السلطان۔ صحاح جوہری اور قاموس اور تاج العروس
اور منتہی الادب اور اقرب الموارد وغیرہ کتب لغت اس باب میں متفق الکلمہ
ہیں۔ پس استقراء کلی سے واضح ہوتا ہے کہ جب لفظ رفع کا صلہ حرف الی آتا
ہے تو سوائے معنی تقریب اور رفع درجات کے دوسرا کوئی معنی ہرگز نہیں ہوتا
اور اسی وجہ سے خدائے علیم وخبیر نے اپنی پاک کتاب میں اس لفظ کے ساتھ
درجات کا لفظ بڑھا کر اشارہ فرما دیا ہے کہ جہاں کہیں لفظ رفع آوے تو اس سے
رفع روحانی اور بلندی مراتب سمجھا کرو اور بس جیسا کہ فرمایا نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ
نَشَاءُ۔ سورہ یوسف رکوع ۹ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ پارہ ۲۸ رکوع ۲ اور نیز یہ اصولی جملہ کہ القرآن یُفسّر
بعضہ بعضاً اس بات کا مقتضی ہے کہ جہاں کہیں لفظ رفع مطلق آوے تو وہاں کے
لئے ان دو آیتوں کو مفسر سمجھا جائے۔

مقدمہ ثلاثہ کی تمہید کے بعد اب ہم سائل کے سوال کو بعینہ نقل کرکے مجیب کے
جواب کا رد برنگ قولہ واقول ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

استفتا مسئلہ: از سرساوہ ضلع سہارنپور مرسلہ یعقوب علیخان کلارک پولیس
۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ قبلہ وکعبہ ام مدظلہ۔ بعد آداب فدویانہ کے معروض خدمت
کہ اس قصبہ سرساوہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا ہے رہتا ہے۔ پرسوں اس نے ایک عبارت پنسل کی حق کا
مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔ ایک دوسرے صاحب نے وہی عبارت مولوی رشید

گنگوہی کو بھیجی ہے مگر میں خدمت والا میں پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہونگا اور در صورت تاخیر کے کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہیگا اور وہ اپنی راہ پر سے آذیگا زیادہ حد ادب - تحریر یہ ہے ایک مدت سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات وحیات میں ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور مسلمین دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونوں فریق کی طرف سے کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اب میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے بس اس بارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالت اور صریحۃ الدلالت یا کوئی حدیث مرفوع متصل ان مضمون کے عنایت فرمائیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام بجسدہ العنصری وبحیات جسمانی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور کسی وقت من بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے رجوع کرینگے اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نرہینگے اور نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدائے تعالی اس عہدہ جلیلہ سے معزول کرکے اُمتی بنا دیگا۔ تو پہلے کوئی آیت بشروط متذکرہ بالا ہونی چاہئے اور بعد اس کے کوئی حدیث تاکہ ہم اس حالت تذبذب سے بچیں اور جو آیت ہو اس میں لفظ حیات ہو خواہ کسی صیغہ سے ہو یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں اور مُتوفیک و فلما توفیتنی دو آیت پیش کرتے ہیں اور ان دو آیتوں کا ترجمہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و ابن عباس سے پیش کرتے ہیں اور سند میں صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے ہیں۔ اب آپ ان آیتوں کے ترجمے جو کسی صحابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں اور صحیح بخاری میں موجود ہوں عنایت فرمائے۔ اور دونو طرف روایتیں ہر قسم کی

موجود ہین۔ ہمکو صرف قرآن شریف کے ثبوت چاہیئے جسکے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہین ہے اور دوسرا سوال یہہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف مین ہے یا نہین۔ اگر ہے تو اس کے آیۃ اور نہین ہے تو وجہ فقط بینوا توجروا۔

ناظرین باتمکین پر سائل کے سوال سے یہہ امر متضح ہو گیا ہو گا کہ وہ مابہ بحث مین صرف یہہ چاہتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اس جسد عنصری کو لیکر آسمان پر جانا اور پھر کسیوقت خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کے بعد زمین کی طرف رجوع کرنا قرآن مجید کی صریح آیت جسمین حیات کا لفظ ہو بتلائین یا بخاری شریف کی حدیث مرفوع متصل سے مضمون بالا کو ثابت کرین اور بس۔

مجیب مولوی حامد رضا صاحب بریلوی نے جب دیکھا کہ یہہ ٹیڑہی کہیر ہے حسب دعوٰے سائل قرآن شریف و حدیث سے اس مسئلہ کا حل عقدہ مالاینحل ہے اس لئے امر حق کے در پردہ کرنے اور سائل کو اودہر ادہر کی باتون مین ٹال دینے کی غرض سے بے سود پانچ مقدمہ اور پانچ تنبیہات لکھکر ۶۷ صفحے کے سفید اوراق کو کالا کرکے بیچا چھوڑایا مگر خدای تعالی کی شان ہے کہ مجیب کے زبان و قلم سے جو جملہ پہلے نکلا وہ اس قابل ہے کہ ہم اس کے کاتب اور قائل کی زبان و قلم کو چوم لین اور جزاک اللہ کہین اور جناب آلٰہی مین سجدہ شکر بجالائین۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد + خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است + اور وہ یہہ ہے کہ قولہ الحمد للہ الذی خلق عبدہ و ابن امتہ عیسٰی بن مریم رسول اللہ بکلمتہ منہ وجعلہ فی البدو مبشرا برسول یاتی من بعدہ اسمہ احمد۔ الخ۔

اقول وباللہ التوفیق۔ جب جب باقرار مجیب خود ہی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے یہہ بشارت دی ہے کہ میرے بعد ایک رسول آئیگا جسکا نام احمد ہو گا۔ اور

مجیب کے قول کی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے اِذْ قَالَ عِیسَی ابنِ مَرْیَمَ یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ - یاد کرو اس وقت کو کہ جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں خدا کا رسول ہوکر تمہارے پاس آیا ہوں - در انحالیکہ میں توریت کا مصدق اور ایک ایسے رسول کی بشارت دینے والا ہوں کہ میرے بعد آنیوالا ہے جسکا نام احمد ہے - تو مجیب کو وفات مسیح کے قائل ہونے کے سوا اور کیا چارہ ہے - اور اگر حضرت مسیح ابتک زندہ ہیں تو نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و بعثت میں شبہہ پیدا ہوتا ہے - اس لئے کہ یہہ آیت احمد مجتبیٰ (علیہ الصلوٰۃ و السلام) کی رسالت کو مسیح علیہ السلام کی فوت کے بعد ٹھراتی ہے - اور من بعدی کے لفظ سے مِنْ بَعْدِ رَفْعِی اِلَی السَّمَاءِ مراد لینا قطعاً تحریف معنوی اور محاورہ قرآنی و حدیثی و ادبی کے بالکل خلاف ہے - آیۃ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ اور حدیث لَوْ کَانَ نَبِیًّا بَعْدِیْ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وحدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وحدیث یُقَالُ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ - قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لِاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ ھٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ مِنْ بَعْدِیْ وَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وغیرہ آیات کثیرہ و احادیث متعددہ منصف طبع انسانوں کو اس اقرار پر مجبور کرتی ہیں کہ ان بعدیات اور مسیح ابن مریم کے بعدی میں کچھہ فرق نہیں ہے تمام بعدیات سے بعد الموت مراد ہے ورنہ حضرت موسیٰ و حضرت محمد مصطفےٰ علیہما الصلوٰۃ و السلام کے لئے بھی رفعہما الی السماء بجسدہما العنصری تسلیم کرنا ضرور پڑیگا اَللَّازِمُ بَاطِلٌ فَکَذَا الْمَلْزُوْمُ - الحمد للہ علی ذلک - **قولہ** صا۱۱ سے صا۱۴ تک میں یہہ بیان ہے کہ قرآن کی

آیتہ اگر مجمل ہو تو حدیث مین اس کی تشریح طلب کرو ورنہ ائمہ کے کلام پر تمسک کرو
اقول اس مسئلہ وفات مسیح مین جب قرآنی آیات مجمل نہین اور صراحتہ وکنایتہ
واشارۃ وفات مسیح کے مثبت ہین تو رجوع الی الحدیث کی ضرورت باقی نہین رہی
اسی لفظ توفی کو دیکھو کہ کتاب مجید نے ۲۵ پچیس مقام مین معنی موت ذکر کرکے اپنا
محاورہ بتلا دیا ہے کہ اس کتاب مجید مین توفی کا معنی بجز موت وقبض روح کے تام ہو
یا ناقص دوسرا کوئی اور معنی ہرگز نہین ہے۔ علاوہ ازین کتاب اللہ کے بعد جو کتاب
صحیح ترمانی گئی ہے یعنی صحیح بخاری مین ترجمان قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور
حضرت رسالت پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توفی کا معنی موت ہی مروی ہے
پس قرآن شریف اور بخاری شریف کے فیصلہ سے ناراضی ظاہر کرنا ضلالت کے جنگل میدان
مین سے آب ونان تڑپ تڑپ کر نقد جان ونقد ایمان کو برباد دینا نہین ہے تو پھر اور
کیا ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو اس بحث کے خاتمہ مین سائل کے جواب مین مفصل لکھینگے۔
قولہ کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا مین اس کی تشریف آوری کو محال نہین کر سکتا
اقول جاننا چاہئے کہ خدای تعالی وتقدس کی قدیم سنت ہے کہ جسکی روح کو قبض کرتا اور مارتا ہے تو
پھر اس کو دوبارہ دنیا مین نہین لاتا۔ جب سے دنیا قایم ہوئی ہے کبھی اس قانون الہی مین
ردوبدل نہین ہوا اور شبا روزی مشاہدہ بھی اس پر شاہد ہے۔ اس کے ساتھہ ہمارا
یہہ عقیدہ ہے کہ جس قادر مطلق مین بروز قیامت مردون کو زندہ کرنے کی قدرت ہے اگر وہ
کسی مردے کو قبل قیامت زندہ کردے تو اس کی شان ارفع سے کوئی عجب اور کوئی بعد
نہین مگر جبکہ خود ہی اسی نے اپنی قدیم کتاب مین مردہ کی دوبارہ مراجعت الی الدنیا
کو ممنوع فرما دیا تو اب ہم مجبور ہین کہ رجوع موتی الی الدنیا کے اعتقاد کو دل مین جگہ دین
کیون ؟ اس مین اخبار الہی کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور وہ صریح بے ایمانی ہے
وہ آیات بینات یہہ ہین۔ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ

پارہ ۱۷ ارکوع ۷ یعنی جس قریہ کے لوگوں کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں تو پھر انکا لوٹنا تا ہمنے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ (۲) اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ؕ پارہ ۲۳ رکوع اول کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہمنے ان سے پہلے کے بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور وہ لوگ انکے پاس نہیں لوٹے یا نہیں لوٹیں گے۔ (۳) فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ پارہ ۲۳ رکوع ۲۔ یعنی جن کو ہم ہلاک کرتے ہیں تو وہ وصیت کی بھی توفیق نہیں پاتے اور نہ وہ بعد مرگ اپنے اہل کے پاس واپس آسکتے ہیں (۴) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ؕ پارہ ۱۸ رکوع اول یعنی تم اس کے بعد مر جاؤ گے اور پھر قیامت کے دن زندہ کئے جاؤ گے یہ وعدہ الٰہی ہے اسمیں کبھی تخلف واقع نہوگا ان اللہ لا یخلف المیعاد اور یہہ ظاہر کہ مرنے کے بعد بندہ آرام کے مقام میں رہتا ہے یا تکلیف کی جگہہ میں جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ یعنی اے نفس آرام یافتہ اپنے رب کی طرف خوشی بخوشی لوٹ اور میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِىْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِىْ رَبِّىْ وَجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ یہہ ایک بندہ نیک کا واقعہ ہے کہ بعد مرگ جب اسکو بہشت میں دخول کا حکم ہوا تو اس نے کہا کاش میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ میرے پروردگار نے کس طرح سے مجھے بخش دیا اور کسطرح مجکو برگزیدہ کیا اور بعد دخول جنت پھر بندہ اس سے خارج نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے (۵) لا یمسھم فیھا نصب وما ھم منھا بمخرجین ؕ سورہ حجر رکوع ۴ یعنی بعد دخول جنت نہ جنتیوں کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے اور نہ وہ کبھی اس سے نکلیں گے۔ جب حضرت مسیح

بعد مرگ جنت مین داخل ہو چکے تو اب وہ کسطرح اس سے نکالے نہین جا سکتے
غور کرو ان ہر سہ آیتہ مین (۶) یُرِیدُونَ اَنْ یَّخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ
بِخَارِجِیْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۔ پارہ ۶ رکوع ۱۰ کفار ارادہ کرینگے کہ دوزخ
سے نکل جائین مگر وہ کبھی اس سے نکلنے والے نہین ہین اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے
(۷) فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی ۔ پارہ ۲۴ رکوع ۲
یعنی خدائے تعالی اس روح کو روک رکھتا ہے جس پر حقیقی موت کا حکم صادر فرمایا ہے اور
دوسرے روح جس پر مجازی موت (نیند) کا حکم صادر کیا ہے اس کو چھوڑ
دیتا ہے جیسے حضرت مسیح فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ اور وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ
الْخُلْدَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وغیرہ نصوص قرآنی کی
رو سے حقیقی موت پا چکے ہین تو اب وہ کسطرح دنیا مین واپس ہو نہین سکتے ۔ یہہ
سات آیات کریمہ جو بطور نمونے کے پیش ہوئے ہین مختلف پیرایہ اور مختلف
الفاظ مین بطور عبارت النص رجوع موتے الی الدنیا کے مانع ہین جس سے گزر کی
راہ ہر چہار طرف سے بند ہے ۔ مگر ہان ایک سوال یہہ پیش ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید
مین چار جگہہ احیائے موتے فی الدنیا کا بھی ذکر آیا ہے تو بہت ترجیح بتلائی جاتے ۔
اما الجواب ۔ جاننا چاہیے کہ خدائے تبارک و تعالی نے موتے کے عدم رجوع
الی الدنیا کو مختلف جملون اور مختلف الفاظ مین بیان فرما کر اس کو موکد کیا ہے بخلاف
ان چار مقامون کے کہ ہر چہار مقام پر ایک ہی لفظ موت کا آیا ہے ۔ اور ظاہر ہے
کہ موت کا لفظ قرآن شریف مین متعدد معنی کے لیے آیا ہے اور مختلف معنی مین مستعمل
ہوا ہے ۔ کہین قوت نامیہ کے فقدان پر جیسا کہ فرمایا وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
یعنی اللہ تعالی زمین کو اسکی موت (افتادگی) کے بعد زندہ کرتا ہے ۔ اور کہین
بے ایمانی و کفر پر جیسا کہ فرمایا اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ۔ اے پیغمبر تم ان کافرون کو نہین

سکتا ہو گے یعنی ان کی قساوت قلبی تمہاری ہدایت کو قبول نہیں کریگی۔ اور موت کبھی نیند کے معنی مین بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا۔ اور موت حزن خوف کا بھی معنی دیتا ہے جیسے یاتیہ الموت من کل مکان۔ اسے ہر جگہ سے ان کو خوف و رنج طاری ہوتا ہے اور جس کو اسکی تفصیل منظور ہو تو لسان العرب و مجمع البحار وغیرہ لغات عرب کا مطالعہ کرے اور اگر ان چار مقامون مین احیاے موتی حقیقی طور پر لیا جائے تو آیات مذکورۃ الصدر جو مردون کے دوبارہ عدم رجوع کے لئے نصوص قطعی ہین ان کے ساتھ تعارض و اختلاف لازم آیگا جواب دوم احادیث نبویہ بھی تمامہا آیات مذکورہ بالا کے موید ہین مردون کے دوبارہ دنیا مین آنے کی سخت مخالف ہین۔ امام احمد و عبد بن حمید و ابو یعلی و شاشی و طبرانی و سعید بن منصور جابر بن عبد اللہ رض سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاجابر اماعلمت ان اللہ تعالی احیا اباک فقال لہ تمن علی ما احببت فقال ارد الی الدنیا فاقتل مرۃ اخری فقال انی قضیت انھم لا یرجعون ترجمہ اے جابر کیا تجھے معلوم نہین کہ خدائے تعالی نے تیرے باپ کو (بعد شہادت) زندہ کیا اور فرمایا کہ جو تیری آرزو و محبوب ہو اس کو پیش کر عرض کی یارب مجھکو پھر دنیا مین بھیج تاکہ بار دیگر تیری راہ مین قتل کیا جاؤن فرمایا کہ یہ تو ہو نہین سکتا اس لئے کہ مین نے پہلے ہی سے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ مردے دوبارہ دنیا مین نہین لوٹین گے۔ دیکھو کنز العمال جلد (۲) صفحہ ۲۸۱ امام ترمذی نے اپنے جامع صحیح مین روایت کی ہے عن جابر قال لقینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یاجابر مالی اراک منکسرا قلت استشھد ابی وترک عیالا ودینا قال افلا ابشرک کما لقی اللہ بہ اباک قلت بلی یارسول اللہ قال ماکلم اللہ احدا

فقط الا من وراء حجاب واحیی اباک فکلمہ کفاحا قال یا عبدی تمن علی اعطک قال تحیینی فاقتل ثانیۃ قال الرب تبارک و تعالی انہ قد سبق القول منی انھم لا یرجعون ؎ حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے ملے اور فرمایا کہ ای جابر کیا سبب ہے کہ مین تجھکو غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کی میرا باپ شہید ہوگیا اور زن و فرزند اور قرض چھوڑ گیا فرمایا مین کیا تجھے بشارت ندون جسطرح سے خدا تعالی نے تیرے باپ سے ملاقات اور سلوک کیا مین نے عرض کی ہان رسول اللہ ضرورت بشارت دیجیے۔ فرمایا اللہ تعالی نے کبھی کسی بندہ سے بلا حجاب کلام نہین کیا مگر حبیب تیرے باپ کو زندہ کیا تو بالمشافہہ کلام سے شرف بخشا اور ارشاد فرمایا ای میرے بندے اپنی خواہش مجھہ پر ظاہر کر تا کہ مین اسکو تجھے عنایت کرون تیرے باپ نے یہہ آرزو پیش کی کہ مجھے دنیا کی زندگی عطا کر کہ دوسری بار تیری راہ مین قتل کیا جاؤن تب اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرمان پہلے سے جاری ہوچکا ہے کہ مردے دوبارہ دنیا مین لوٹائے نہین جائینگے۔ اس حدیث سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ مرنے کے ساتھہ ہی ہر انسان کو زندہ کرکے رب العزت کی درگاہ مین سوال و جواب کے لئے پیش کیا کرتے ہین۔ من مات فقد قامت قیامتہ۔

جواب سوم۔ اگر علم آلہی مین ان چار مقامون مین حقیقی احیاء موتی مراد ہوتا تو خدائے علیم اموات کے ترکے کی تقسیم کے احکام تفصیلاً نازل نہ فرماتا اور عورتون کو ان کے شوہر کے مرنے پر عدت اور خانہ نشینی کی ہدایت نہ دیتا۔ بلکہ نکاح ثانی کا حکم نہ بھیجتا۔ بلکہ ان کے خلاف یون احکام صادر فرماتا کہ خبردار میت کے مال کی طرف ہاتھہ نہ بڑھانا ہم اس کو قریب مین واپس کرنے والے ہین اور عورتون کو تاکیدی ارشاد ہوتا کہ زنہار غیر سے نکاح نہ کرلینا عنقریب ہم تمہارے خاوندون کو تمہاری طرف لوٹانے والے ہین اور خاوندون کو یہہ تسلی دیجاتی کہ گھبراؤ مت ہم بہت جلد

تمہارے جوڑے کو تم سے ملانے والے ہین اوس وقت اگر مرد اور عورت یہہ عذر
پیش کرتے تو ہرگز بیجا نہوتا کہ اسے ہمارے مالک جب تجھے ہمارے مردون اور ہماری
بی بیون کو دوبارہ لوٹانا تہا تو پہر کس لیئے تو نے ہم سے ان کو جدا کیا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ
نے اس مضمون کو کیا عمدہ پیرایہ مین ادا کیا ہے ؎ وہ کہ گر مردہ باز گردیدے۔ بمیان
قبیلہ و پیوند۔ ردِ میراث سخت تر بودے۔ وارثان را ز مرگ خویشاوند۔ پس اللہ
تعالی کا ان احکام کا نازل کرنا اس بات کو تقاضا کرتا ہے کہ ان چار مقامون مین احیاء
موتی کے اور معنی لیئے جائین تا کہ معترض مخالف اسلام کو اعتراض و نکتہ چینی کا موقعہ
نملے اور عدم رجوع اموات کے نصوص قطعیہ یقینیہ جو قرآن و حدیث مین موجود
ہین اور جن کا ذکر مختصرًا ابہی گذرا ہے وہ بہی مخالفت کے لئے کہڑے نہو جائین۔
جواب چہارم قرآن کریم پر نظر غور ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدای تعالی
نے بیسون مقام مین عدم رجوع موتے کو مختلف پیرایہ اور مختلف الفاظ مین بیان
فرمایا ہے اگر بعض اموات کا ارجاع اسے مقصود ہوتا تو ضرور حرف استثنا لا کر
اس کا تدارک کیا ہوتا۔ اور مہبط وحی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم بہی ان آیتون کے
تلاوت و تعلیم کے وقت باولام الہی حضرت عیسی جیسے اور لوگون کو مستثنے و منتخب
نفرمایا۔ بلکہ جس قدر ارشاد فرمایا عدم رجوع موتی الی الدنیا کی تائید مین فرمایا دیکہو
احادیث مذکورہ بالا اور عدت موت اور تقسیم ترکہ و نکاح ایامی وغیرہ کو بہی محدثون
کی کتابون مین۔ پس انصافًا فرمائے کہ ہم اور آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ خلاف
قرآن و حدیث و خلاف مرضی خدا و رسول بعد مرگ کسی کے زندہ ہو کر دنیا مین
لوٹنے پر زور دین۔
جواب پنجم۔ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدای تعالی ہر انسان کے لئے
ایک ہی بار موت کو مقدر کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا

الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی الآیہ سورۂ دخان یعنی وہ لوگ وہاں پہلے موت کے سوا دوسری
موت کا مزہ نہ چکھیں گے - فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی آیت
سورۂ صافات یعنی پہلی موت کے سوا ہمارے لئے دوسری موت نہیں ہے - انہیں آیات
پر استدلال کرکے حضرت ابوبکر صدیق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے
روز پیشانی مبارک پر بوسہ دیکر فرمایا لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ اَمَّا الْمَوْتَۃُ
الَّتِیْ کُتِبَتْ عَلَیْکَ فَقَدْ مِتَّہَا - اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نکرے گا
لیکن جو موت کہ آپ کے لئے مقدر تھی وہ تو ہو چکی دیکھو بخاری ابواب الجنائز -
پس ہم پوچھتے ہیں کہ یہہ حدیث اور یہہ آیتہ صریحۃ الدلالت کسکی تائید کرتی ہیں کیا
انکی کسی طرح مُردوں کے دوبارہ آنے کا جواز نکل سکتا ہے جسکے لئے دو موت لازم
پڑے ہوئے ہیں یا اُن آیات واحادیث کے ظاہرہ وتقویتہ کے لئے کمر بستہ
ہیں جن میں عدم ارجاع موتیٰ کا ذکر بصراحت موجود ہے - حالانکہ ان کی تکلیف ایسی
بری بلا اور کٹھن ہے کہ العیاذ باللہ جس پر سید المعصومین خاتم المرسلین کے
روز وفات کے واقعات کے اطلاع رکھنے والے علما اس کی شہادت دیسکتے ہیں
اور ایک روایتہ میں آیا ہے کہ ایک جان کندن ستر بار کے بار بار کے قتل کی تکلیف
سے کہیں بڑھکر ہے پس مسیح بن مریم رسول اللہ کا بعد مرگ دوبارہ دنیا میں تشریف لانا
سارے عالم کے خلاف دو مرگ دو دو بار کندن اس کے لئے لازم وضروری ہے ہمیں بتلاؤ
کہ اس برگزیدہ معصوم نبی سے کونسی ایسی گستاخی جناب الٰہی میں سرزد ہوئی ہے کہ
تمام مخلوق کے برعکس جسمیں کفار وفساق بھی داخل ہیں ان کے لئے دو دو موت اور
دو دو بار سکرات موت بھی تجویز کی گئی - ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ مرد متقی مرتے
ہی جنت وآرام کے مقام میں داخل ہوجاتا ہے اور کبھی اس سے خارج نہیں کیا
جاتا - پس یہہ قطعی جنتی اس عام حکم سے کیوں باہر سمجھا جاتا ہے کہ جنت اور

قربت آلہی کے مقام سے نکال کر دنیا اس دار المحن مین لانا اسکی لئے تو ہین عیسیٰ ہے
اے نادان ملاؤ خدا کے لئے دوستی کی آڑ مین مقربان آلہی کی اہانت کے روادار
مت بنو اور بلاوجہ ان کے دو موت کے اعتقاد سے جس کو دو بار جان کندن و
تکلیف مرگ لازم پڑی ہوئی ہے اور جس کو قرآنی آیتہ و حدیث رسول برحق نا جائز
ٹھراتی ہین۔ اپنے ایمان کو شیطان کے حوالہ مت کرو۔ کہان ہین بریلی کے مفتی حامد رضا
ذرا ان دلائل مصرحہ قویہ کے سامنے اپنے اس قول (کسی نبی کا انتقال دوبارہ
دنیا مین اس کی تشریف آوری کو محال نہین کر سکتا) کو رکھکر مقابلہ و موازنہ
کرین اور پھر فتوی دین اب اگر خوف خدا اور تعظیم لامر اللہ و عظمت انبیاء اللہ
ان کے دل مین ہے تو ضرور اپنی سابق رائے کو بدلکر یہہ لکھین گے کہ بلاشک
کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا مین اس کی تشریف آوری کو ممتنع و محال قرار دیتا ہے
اور یہہ بھی یاد رہے کہ جس خدای تعالی مین مردون کو دوبارہ دنیا مین لانے کی قدرت
ہے اسیطرح مردو نکانہ لوٹانا بھی اس کی قدرت کاملہ کے احاطہ سے باہر نہین۔
پس اب ہمین یہہ دیکھنا چاہیے کہ ان دو متضاد امر مین خداوند قدیر حکیم نے کس کو
پسند فرمایا اور کسکو مصلحتاً ناجائز ٹھرایا۔ اگر کوئی ادنی عقل کا انسان بھی ہماری
تحریر بالا پر ایک سرسری نظر ڈالے گا تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ اس کی حکیمانہ
شان اس بات کی مقتضی ہے کہ مردے دوبارہ دنیا مین نہ لوٹا کرین اگر بچشم عمیق نگاہ
سے دیکھا جائے تو ان لوگون کا قیاس بھی قیاس مع الفارق نظر آتا ہے اس لئے
کہ یہہ چار واقع جو قرآن مجید مین مذکور ہین زمینی ہین نہ آسمانی یعنی بزعم خصم چار
مردون کو خدا تعالی نے پھر اسی زمین سے پیدا کیا تو قیاس یہہ چاہتا ہے کہ حضرت
مسیح بھی بعد مرگ اسی زمین سے پیدا ہو جاوین حیرت کی بات ہے کہ زمین پر
مرکر اسی زمین مین دفن ہون اور جب زندہ ہو کر آوین تو آسمان سے۔ کیا یہہ امر

حکمۃ الوقوع ہے کہ کئی ہزار برس تک یہہ جسم خاکی خاک میں مدفون رہے اور جب روح کی نفخ کا وقت آوے تو اوپر اڑ جائے اور کئی آسمانوں کو چیرتا ہوا روح اللہ کی روح سے جا ملے اور پہر دونو ملکر عیش دائمی اور مقام آسایش وجنت الخلد کو چھوڑ کر دار المحن و دار الابتلا کی طرف رخ کریں جب آپکے نزدیک کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا تو ہم پوچھتے ہیں کہ انتقال کے ساتھہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک آسمان پر گئی اور جسد شریف کسی زمین میں دفن ہوا تو اب بتلاؤ کہ دوبارہ دنیا میں تشریف لاتے وقت روح آسمانی وجسد زمینی کیونکر ملیں گے اگر کہو کہ پہلے روح آسمان سے اتر کر حضرت مسیح کی قبر شریف میں گھسکر جسد سے ملاقی ہوگی تو یہہ بالبداہت غلط ہے اس لئے کہ روح کی حرکت بدون جسم کے ہو نہیں سکتی کما لا یخفی اور اگر کہو کہ جسم شریف خاک سے نکل کر آسمانوں کو چیرتا ہوا روح سے جا ملے گا تو ہم پوچھتے ہیں کہ یہہ جسم بغیر روح کے کیونکر صعود کیا گیا اس کو دوسری روح دی جائیگی جس سے دونو ملکر آسمان پر چلے جائیں اگر اس کو تسلیم کرتے ہو تو تناسخ کے ناپاک اعتقاد کے ساتھہ آپ کو یہہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ کے ایک جسد کو دو روح کی ضرورت ہے - پہر ہم پوچھتے ہیں کہ جب دوسری روح جسد عیسوی میں آچکی تھی تو پہر اس کے آسمان پر جاکر زمین کی طرف مراجعت کی کیا ضرورت باقی رہی تھی کیا یہہ تحصیل حاصل نہیں ہے اب بالطبع یہہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب عقلاً و نقلاً مردے کا دوبارہ دنیا میں آنا ممتنع ٹھیرا تو وہ چار آیتیں جن میں احیاء موتیٰ کا ذکر ہے ان کے کیا معنے اور ان سے کیا مراد ہے سو اس کے جواب میں ہمکو یہہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اصل مصنف کی پوری عبارت نقل کر دیں جس سے ناظرین کو پوری تسلی و کامل تشفی حاصل ہو اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے وہی ہذہ

اب ہم اس بنا پر آیات زیر بحث پر گفتگو کرتے ہین اور دکھلاتے ہین کہ یہان موت بمعنی
مرگ ثابت نہین ہوتی بلکہ ان کے اور معنے ثابت ہوتے ہین لہذا ہم ایک ایک آیت
پر الگ الگ بحث کرتے ہین آیت اول یہہ ہے۔ واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف
تحی الموتے قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ قال فخذ اربعۃ من
الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علیٰ کل جبل منھن جزء ثم ادعھن یاتینک سعیا
واعلم ان اللہ عزیز حکیم ۔ ترجمہ اس کا یون ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے
کہا کہ اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردون کو زندہ کریگا۔ اللہ تعالےٰ نے بجواب
کہا کہ کیا تو ایمان نہین رکھتا۔ کہا ہان ایمان تو رکھتا ہون۔ لیکن مین دلکا اطمینان چاہتا
ہون۔ اس پر اللہ تعالی نے فرمایا کہ اچھا چار پرندے لو۔ اور ان کو اپنے ساتھ ہلا لو
پھر جب ہل جائین تو ہر ایک کو ان مین سے ایک ایک پہاڑ پر بیٹھاؤ۔ پھر تم ان کو بلاؤ
وہ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئینگے۔ اور پھر اس وقت جان لیجیو کہ اللہ عزیز ہے
یعنے سب پر اپنی ربوبیت عامہ کی وجہ سے غالب اور ممتاز ہے۔ اور وہ حکمت والا
ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم جو ایک عظیم الشان نبی ہین وہ عالم
ارواح کے متعلق سوال کرکے اپنا اطمینان چاہتے ہین۔ اور خود عالم کون وفساد مین ہین
اگر اس کے معنے یہہ لئے جائین کہ مردون کو اپنی آنکھون سے زندہ ہوتا دیکھنا چاہتے
تھے تو یہہ امر تو قرین قیاس نہین کیونکہ نبی کی شان سے جو نہایت ہی باریک اور دور بین
عقل رکھتے تھے ایسا سوال کرنا بعید ہے۔ ہان اللہ تعالی سے کسی صورت مین اپنی
تسلی چاہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالی نے ان کو حکم دیا کہ اے ابراہیم تو چار پرندونکو
لیکر ان کو دانہ روزمرہ ڈالکر اپنے اوپر ہلا۔ جیسے لوگ پرندون کو ہلاتے ہین۔ اور
جب وہ ہل جائین تو ہر ایک کو الگ الگ بٹھا کر آواز دے وہ سب تیری طرف دوڑتے
ہوئے چلے آئینگے اس مثال سے یہہ سمجھانا مراد تھا کہ دیکھ اے ابراہیم دانہ کا تو

تو خالق نہین - اور نہ پرندون کا خالق ہے - وہ تو چیزین میری ہی مخلوق ہین - مگر تو ان کو میری ہی چیزون سے کھلا کر ایسا احسان کا گرویدہ بنا لیا کہ جب تو چاہے بلالے وہ تیری آواز سُنکر تیری طرف دُور سے چلے آتے ہین - اور مین جو رب العالمین ہون اور ہر ایک کے ذرہ ذرہ کو مین نے پیدا کیا ہے اور ہر ایک چیز کے ذرہ ذرہ پر میرا تصرف و احسان ہے تو پھر جب مین بلاؤنگا تو وہ کیونکر میرے پاس نہ آئینگے جب تیرے عارضی احسان سے تیری نافرمانی نہین کرتے - تو میرے ابدی اور لازوال احسان سے کیونکر روگردانی کر سکتے ہین - اس مثال سے حشر اجساد کا ثبوت حضرت ابراہیم کو دیا گیا -

دوم اب ہم دوسری آیت کے معنے کرتے ہین - وہ آیت یہ ہے وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۔ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔ ترجمہ اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم تم پر ایمان نہین لائینگے - جب تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو برملا نہ دیکھہ لین - تو پھر تم پر بجلی پڑی اور تم دیکھتے کے دیکھتے رہگئے - پھر تمھین اللہ تعالیٰ غشی سے ہوش مین لایا تو کہ تم شکر گذار بن جاؤ - اس آیت سے یہہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ پر بجلی نازل کی - اور بجلی کا خاصہ ہے کہ جس انسان پر پڑتی ہے - وہ بیہوش ہو جاتا ہے - اور مصروع کی سی حالت ہو جاتی ہے - اور اگر اُن کی خبر گیری کی جائے تو بہت جلد ہوش مین آجاتے ہین - آجکل کی تحقیقات سے بھی جو نہایت ہی پختہ اور قابل وثوق ہے - یہہ ثابت ہوا ہے کہ بجلی کا مارا ہوا دو گھنٹہ بعد اچھا ہو سکتا ہے - لہٰذا اس آیت مین حقیقی موت یعنی بجز تکلم اور کچھہ متصور نہین - اور ساتھہ ہی وہ لوگ جو ایسے معنے کرتے ہین - وہ قرآن شریف کی اُن آیات کی مخالفت کرتے ہین جن مین احیاء موتی کی نفی ہے

اور گویا وہ قرآن شریف کو اختلافات کا مجموعہ ثابت کرتے ہین جو آیت وَلَوْ
كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ؕ کے خلاف ہے
لہذا اس کے بھی تحقیقی معنے ہین کہ آن پر تجلی کی وجہ سے غشی طاری ہوگئی تھی۔ جو ایک
قسم کی موت ہے۔ اور لغت عرب مین بھی یہہ معنے ثابت ہین۔ تو پھر کیونکر اس سے
روگردانی کی جاتی ہے۔

سوم تیسری آیت جس مین احیاء موت حقیقی سمجھی جاتی ہے۔ وہ یہہ ہے اَوْ كَالَّذِي
مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ
مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ
يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ
وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا
ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ؕ
سورۃ البقرۃ ع ۳۵۔ ترجمہ۔ مثل اس شخص کے جو اجڑے ہوئے گانو کے پاس سے گذرا اور جس نے
کہا کہ اس تباہ اور برباد شدہ گانو کو اللہ کب آباد کرے گا۔ اس پر اللہ تعالی نے سو برس
کی نیند اس پر طاری کی۔ پھر اس کو اٹھایا اور پوچھا کہ بتاؤ کب تک تم اس حالت مین
رہے۔ اس نے جواب دیا کہ ایک دن یا دن کا کچھہ حصہ ایسی حالت مین رہا۔ اللہ تعالی نے
فرمایا تو تو سو سال تک اس حالت مین رہا۔ پھر فرمایا اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھہ
اس پر برس نہین گذرے۔ اور گدہے کو بھی دیکھہ۔ اور ہم تیرے لئے لوگون کی نظر
مین ایک نشان قایم کرنا چاہتے ہین۔ اور ان ہڈیون کی طرف نگاہ کر کہ ہم کسطرح اُن کے
اوپر گوشت چڑہاتے ہین۔ جب اللہ تعالی نے خواب ظاہر کر کے اس کو بتلا دیا تو
اُس نے کہا اے اللہ مین جانتا ہون کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اکثر تفاسیر مین فاماتہ اللہ
کے معنی بھی لکھے ہین فانامہ اللہ یعنے اللہ نے اس کو سلا دیا دیکھو معالم وغیرہ۔ اور

لغت عرب مین بھی موت کے معنے نوم کے ہین۔ تو پھر کیون اور معنے لئے جاتے ہین حالانکہ آیت کا سیاق سباق ظاہر کرتا ہے کہ یہہ ایک خواب تھی جو اللہ تعالی نے اپنے نبی کو دکھلائی۔ جس کی تائید توریت شریف مین کتاب حزقیل نبی سے ہوتی ہے۔ چنانچہ کتاب حزقیل باب ۳۷ آیت ۱ مین لکھا ہے۔ خداوند کا ہاتھ مجھپر تھا اور اوس نے مجھے خداوند کی روح مین اٹھالیا اور اس وادی مین جو ہڈیون سے بھرپور تھی مجھے اتار دیا۔ اور باب ۱۱۔ آیت ۲۴ سے اس کی اور بھی وضاحت ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے۔ انجام کار روح نے مجھے اٹھایا۔ اور خدا کی روح نے رویا مین سب مجھے پھر کسدیون کے ملک مین اسیرون پاس پہنچادیا۔ سو وہ رویا جو مین نے دیکھی مجھسے اوپر اٹھ گئی۔ پس جب یہہ خواب ثابت ہوئی تو اب ان آیات کی حقیقت بیان کرتے ہین۔ خوب غور سے سنو۔ اصل حقیقت یہہ ہے کہ اس آیت مین جس شخص کے گذرنے کا ذکر ہے۔ وہ حزقیل نبی تھے جو ایک غیر آباد قریہ کے پاس گذرے۔ اور اس کے آس پاس بہت سی ہڈیان پڑی ہوئی دیکھین۔ تو ان کے دلمین خیال پیدا ہوا۔ کہ ان کو اللہ کیونکر زندہ کرسکتا ہے تب اللہ تعالی نے ان کی تسلی کے لئے ان پر خواب طاری کی۔ اور خواب مین ان ہڈیون وغیرہ اور غیر آباد زمین کو سو سال کے اندر آباد ہوتے اور دیکھا یا پھر جب وہ خواب سے بیدار ہوئے۔ تو اللہ تعالی نے اپنے نبی سے پوچھا کہ تم اس حالت مین کتنی دیر تک رہے۔ انہون نے بظاہر عالم کون و فساد کا سوال سمجھکر جواب دیا کہ ایک دن یا اس کا کچھہ حصہ اس حالت مین رہا۔ اللہ تعالی نے کہا کہ تو تو سو سال تک اس نظارہ کو دیکھتا رہا۔ اور یہہ بات عالم مثال سے متعلق تھی۔ پھر جب حزقیل نبی کو تردد پیدا ہوا کہ کیا مین سو سال تک سوتا پایا تب اللہ تعالی نے ان کے رفع شک کے لئے فرمایا کہ وہ بات تو خواب کی

یعنے عالم مثال کے سو سال تھے اس دنیا کے سال نہین تھے کیونکہ تم اپنے کہانے
اور پینے کی چیز کو دیکھو۔ اس پر کوئی سال نہین گذرے اپنے گدہے کو دیکھو وہ صحیح
تندرست کھڑا ہے۔ وہ مرا نہین اور نہ دبلا ہوا۔ ہم نے تو تمہارے لیے لوگون مین
ایک نشان دکھانا چاہا ہے۔ وہ نشان یہ ہے۔ کہ تو ان ہڈیون کی طرف دیکھ ان
پر ہم کیسے گوشت پوست چڑہاتے ہین جب اللہ تعالے نے اس امر کو اپنے نبی کو خوب
ہی ذہن نشین کرا دیا تو بے اختیار بول اٹھے مین جانتا ہون کہ تو ہر ایک چیز پر قادر ہے
یعنے اب مجھ پر خوب واضح ہو گیا کہ اسطرح غیر آباد ملک کو آباد اور سرسبز کر دیتا ہے غرض
یہ اس نبی کی طرف سے ایک پیش گوئی کرائی گئی۔ کہ یروشلم ایک سو سال کے اندر آباد
ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کی پیش گوئی کرنے کی صداقت حزقیل کی کتاب باب ۳۷
ورس ۱۲۔ سے ہوتی ہے۔ جس مین لکھا ہے اس لئے تو نبوت کر یعنے پیش گوئی
سنا دے اور ان سے کہو کہ خداوند یہوواہ یون کہتا ہے کہ دیکھ اے میرے
لوگو مین تمہاری قبرون کو کھولونگا۔ اور تمہین تمہاری قبرون سے باہر نکالونگا
اور اسرائیل کی سرزمین مین لاؤنگا۔ اس پیش گوئی کا ظہور قبل مسیح ۵۴۲ھ مین
کورس کیقباد جس کو قرآن شریف مین ذوالقرنین کے لقب سے ملقب فرمایا
گیا ہے دیکھو کتاب یرمیاہ نبی باب ۱۲۔ ورس ۲۵۔ اس کا مفصل حال تلخیص
التواریخ مصنفہ مولوی محمد حسن صاحب امروہی مین لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے
ہین کہ بخت نصر نے یروشلم کو تباہ کر دیا تہا۔ اور قوم بنی اسرائیل جنگلون اور بیابانون
مین ماری ماری پھرتی رہی جس کی وجہ سے وہ بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ اور
قرآن شریف مین ان کو ہڈیون سے نامزد کیا گیا ہے۔ یعنے ان کے گوشت
و پوست بالکل نہین رہے۔ اور صرف ہڈیان رہ گئی تہین یعنے وہ شریعت
حقہ سے سراسر محروم اور تمدنی زندگی سے بالکل عاری تہے۔ آخر کیقباد بادشاہ

نے یروشلم کو ازسر نو آباد کیا اور اون کو انسان بنایا چوتھی آیت یہ ہے۔
اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا
ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ
ترجمہ۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں ہزار موت کے خوف سے نکلے۔ تو اللہ تعالے نے ان کو کہدیا کہ جاؤ تم جہالت کی موت مرجاؤ۔ پھر ان کو زندہ کیا۔ یعنے ان کو شریعت سکھلائی اور وہ اس لئے کہ اللہ تعالی لوگوں پر فضل ہی کرنے والا ہے۔ لیکن بہت لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ تم لغت عرب میں دیکھ چکے ہو کہ موت کے معنے جہالت کے بھی ہیں۔ یہاں اس آیت میں وہی معنے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کی نسبت ہے اور جن کو حضرت موسے علیہ السلام نے ایک قوم کے مقابل میں لڑائی کے لئے حکم دیا تھا۔ تو اونہوں نے انکار کر دیا تھا۔ جس پر حضرت موسی علیہ السلام نے ان کے حق میں بد دعا کی تھی جس کی وجہ سے خداوند تعالے نے انکو جنگلوں میں نکال دیا تھا اور وہ مدتوں تک حیران اور سرگردان رہے۔ وہ ایک موت سے بھاگے تھے۔ مگر جہالت کی موت میں جا پڑے کیونکہ شریعت سے وہ ناواقف ہو گئے۔ جنگلوں میں کہاں علم اور کون ان کو سنانے والا تھا۔ اس کا مفصل حال سورہ مایدہ رکوع ۳ میں ہے لہذا ہم اس رکوع کو یہاں لکھتے ہیں۔ تاکہ خوب واضح ہوجائے
اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ
اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَاءَ وَجَعَلَکُمْ مُلُوْکًا وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۞ یٰقَوْمِ ادْ
خُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
خٰسِرِیْنَ ۞ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۞ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ ۝ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ط فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ؏ ترجمہ اور جب موسی نے اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم تم ان نعمتون کو یاد کرو۔ جو اللہ تعالی نے تمہارے حال پر کی ہین۔ کہ یہ تہوڑی نعمت ہے کہ تم مین نبی بنائے گئے اور تم مین پادشاہ کہڑے کیئے گیے۔ اور تم کو وہ کچھہ دیا گیا کہ آجتک جہان مین کسی کو نہین دیا گیا۔ اے میری قوم اب تم ارض مقدسہ یعنے شام مین چلو جس کے دینے کا اللہ تعالے نے تم سے وعدہ کیا ہے اور تم اس امر کے بجا لانے سے پیٹھ نہ دکھاؤ۔ ورنہ تم ٹوٹا پاؤگے۔ انہون نے جواب دیا کہ اے موسی وہان تو ایک ظالم قوم رہتی ہے جب تک وہ وہان سے نکل نہ جائین ہم نہین جائینگے۔ اگر وہ نکل جائین تو بے شک ہم داخل ہونگے ان خائفین مین سے دو آدمیون نے جن پر اللہ تعالے کا انعام تہا۔ کہا کہ اے لوگو تم دروازہ مین داخل ہوجاؤ اور جب تم داخل ہوجاؤگے تو تم ہی غالب ہوجاؤگے اور جب تم ایماندار ہو تو اللہ تعالی پر توکل کرو۔ انہون نے صاف صاف کہدیا کہ اے موسی کہ جب تک وہ لوگ اس مین ہین ہم تو کبھی بھی نہین جائینگے۔ تو اور تیرا رب ہی جائے۔ اور لڑائی کرتا پھرے ہم تو یہین بیٹھے ہین تب موسے نے کہا کہ اے میرے رب مین اپنے اور اپنے بہائی کے سوا کسی کا مالک نہین۔ اس فاسق قوم اور ہم مین جدائی ڈالدے

تب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اب اس قوم پر چالیس سال تک۔ اس مقدس زمین کو حرام کر دیا گیا ہے یہہ مارے مارے پھرینگے۔ اور تو اس فاسق قوم سے ناامید مت ہو۔ ان آیات سے صاف واضح ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اپنے پیغمبر کی عدول حکمی سے وہ مقہور ہوئے۔ اور اُن کو چالیس سال کے لئے جلاوطنی کی گئی۔ اور وہ مارے مارے جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتے رہے ان میں نہ علم رہا اور نہ دینی معلومات رہیں ایک وحشیانہ اور جاہلانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اس زندگی کو جس میں وہ اس حالت میں رہے اللہ تعالیٰ نے لفظ موتوا سے تعبیر کیا ہے۔ چالیس برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور یوشع بن نون کو انہیں رسول مقرر کر کے اُن کو اس گندی اور وحشیانہ زندگی سے نکالا اور شریعت کے احکام سکھلا کر از سر نو زندہ کیا۔ دیکھو توریت کتاب یشوع نبی باب اول لغایت ۷۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں تمام انبیا حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مومنوں کو جو جہالت اور کفر کی ظلمت میں گرفتار تھے۔ نور شریعت سے منور کر کے ایک نئی پاک اور مطہر زندگی عطا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۔ یعنے اے ایماندارو اللہ اور اس کے رسول کی بات کو جب وہ تمہیں تمہارے زندہ کرنے کے لئے طلب کریں۔ مان لیا کرو۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا وہ مومن مرے ہوئے تھے۔ جن کو بلا کر زندہ کیا جاتا تھا۔ نہیں نہیں اُن کا جسم تو نہیں مرا ہوا تھا۔ بلکہ اُن کی روح شریعت حقہ کی عدم موجودگی سے مر چکی ہوئی تھی۔ اور صرف شریعت کے احکام کو سننا اور اُن پر عملدرآمد کرنا اُن کی روح کی زندگی کا موجب تھا۔ قرآن شریف کی آیت زیر بحث میں بھی اس قسم کی موت اور اسی قسم کی حیات کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وہ قوم خدا تعالیٰ کے قہر میں آ گئی تھی

اور ان کو ایک بہت دور دراز عرصہ تک آبادی سے دور رکھا گیا تھا۔ اور وہ اخلاقی زندگی سے بالکل محروم ہو چکے اور بے نصیب تھے۔ جس ان کی روح پر موت واقع ہو گئی تھی۔ بالآخر یوشع بن نون کے ذریعہ ہدایت پاکر از سر نو زندگی میں داخل ہوئے انتہی۔

مجیب نے خرقیل نبی اور ابراہیم خلیل اللہ کے دو واقعہ کو احیا رسولی میں پیش کیا ہے اسکا شافی جواب مع ترجمہ چہار آیۂ ابھی گذر چکا ہے۔ لیکن مجیب نے ترجمہ آیۃ میں جن جن باتوں کو اپنی طرف سے بڑھایا ہے ان کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

قولہ۔ اب دیکھ اپنے کھانے پینے کو جو دو روز میں بگڑ جانے کی چیز تھی وہ ذرہ تک نہ بگڑی۔

اقول۔ ہمارے ترجمہ کو اس سے مقابلہ کرکے دیکھو۔ اور انصاف کرو۔

قولہ۔ اور دیکھ اپنے گدھے کو جس کے ہڈیاں تک گل گئیں۔

اقول۔ آیۂ قرآنی میں صرف انظر الی حمارک ارشاد ہوا ہے آپ نے کہاں سے ترجمہ کیا ہے جملہ (جس کی ہڈیاں تک گل گئیں) پیدا کیا اور نیز انظر الی العظام سے عظام حمار سمجھنا ابلہی ہے۔ غور کرو ترجمہ مذکورہ سابقہ میں۔

قولہ حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ چار پرند اپنے اوپر ہلالے پھر انہیں ذبح کرکے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزا رہد سے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسا کیا ان کے پر اور خون اور گوشت قیمہ قیمہ کرکے سب خلط ملط کئے اور مجموع کو دس حصے کرکے متفرق پہاڑوں پر رکھے حکم ہوا اب انہیں بلائیے پاس دوڑتے چلے آئینگے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بیچ میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ ملاحظہ فرمایا کہ کدھر جا کو دسے

گوشت پوست پرون کا ریزہ ریزہ ہر پہاڑ سے اڑ کر ہوا مین باہم ملتا اور پورا پرند بنکر
زندہ ہوکر ان کے پاس دوڑتا آرہا ہے ۔

اقول اے حضرت کیا غضب ہے قرآن مین صرف فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ وارد ہوا ہے
جس کا ترجمہ آپ نے بھی ہلا لینے کے ہی کیا ہے تو پھر آپ نے ذبح کرنا کہان سے
نکالا اور یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے ۔ اور بقیہ آیتہ یہہ ہے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا
ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا آیا ہے جسکا صاف یہہ ترجمہ ہے کہ بعد ہلا لینے کے ایک ایک
کو ایک ایک پہاڑ پر بٹھلا دے اور پھر ان کو بلاوہ اوڑتے ہوئے تیرے پاس آجاوینگے
چار پرندون کو قیمہ قیمہ کرکے مخلوط کرنا کس لفظ کا ترجمہ ہے جب حکم حضرت باری
یہہ تہا کہ چار جانورون کو ہلا کے ہر ایک کو ایک ایک پہاڑ پر بٹھلادو تو پھر کیا وجہ
تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خلاف مرضی الٰہی ان کو قیمہ قیمہ بنا کر ذرے ذرے
کیا ۔ نافرمانی کا الزام انبیائے کرام پر مت لگاؤ توبہ کرو اگر کہو کہ لفظ جزءًا اس پر
دلالت کرتا ہے ۔ مین کہتا ہون یہہ بالکل بے فہمی ہے کیا چار کا جزو ایک نہین ہوتا
خدا کے حکمت کا مستمرہ قانون ہے کہ جبتک سارے اجزا مکمل و مرتب ہولین تو نفخ
روح نہین فرماتا ۔ ہم دیکھتے ہو کہ پیٹ مین بچہ جب تک اس کی خلقت پوری نہین
ہوتی تو جان نہین پڑتی اور اس کی حرکت غیر محسوس رہتی ہے اور ہم یہ بھی رات
دن دیکھتے ہین کہ جب قصاب جانورون کے اجزا جدا جدا کر دیتا ہے تو ان مین
کسی بات کی حرکت باقی نہین رہتی اور نہ ایک جزو دوسرے جزو سے ملنے کے
خواہش ظاہر کرتا ہے اس لئے کہ قوت حس و حرکت معدوم ہے پس ہم پوچھتے
ہین کہ وہ چار پرندون کے اجزا مین جو لاکھون جزو سے کم ہونگے بغیر ترکیب
و ترتیب کے کیونکر نفخ روح ہوا اور بغیر نفخ روح کے کیونکر حرکت پرواز نہین پیدا
ہوئی اور دوسرے اجزا سے ملنے کی ضرورت انہین کیونکر محسوس ہوئی

اگر کہو کہ خلاف قانون الٰہی ان بسیط اجزا میں روح کا نفخ ہو چکا تھا تو بتلاؤ دوسرے
اجزا سے ملنے کے انہیں کیا حاجت باقی رہی تھی۔ اور جس جزو کی طرف اس جزو
روح افتادہ کی پرواز ہوئی اسمیں جان آگئی تھی یا نہیں اگر نہیں آئی تو کونسی چیز
اس کے لیئے مانع ہوئی اور کیونکر وہ پہاڑ سے اس روح افتادہ جزو سے ملنے کو
آگیا اگر اسمیں بھی نفخ روح ہو چکا تھا تو وہ جسم روح دار کیونکر [illegible]
اور یہ بھی بتلاؤ کہ یہ پرندے اڑتی اجزا سے مخلوط ہو کر دوبارہ نفخ روح کے محتاج ہے
لاکھوں جسم اور لاکھوں پرندے کے ضرورۃ تو مقتضی ہے یا نہیں ضرور ہے
حالانکہ آیۃ قرآنی مذکورہ بالا صرف چاروں پرندے ملے ہوؤں کے اوٹھ کر آنے کی
خبر دیتی ہے۔ اور بس اے نادان مولویو خدا کے اقوال و افعال میں تناقض تخالف
کو اپنی کم فہمی سے کیوں جائز رکھتے ہو اور کتاب مجید میں اپنی رائے کو دخل دیکر اسلام
کی جگ ہنسائی کیوں کیا کرتے ہو۔

قولہ مسئلہ اولے یہ کہ نہ وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قتل کیئے گئے نہ سولی دیئے گئے
بلکہ ان کے رب جل و علا نے انہیں یہود عنود سے صاف سلامت بچا کر آسمان
پر اوٹھا لیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی کہ یہود ملاعنہ نے ان کے دہوکہ
میں اوسے سولی دیا یہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ قطعیہ یقینیہ ضروریات دین سے ہے
جسکا منکر یقیناً کافر اس کی دلیل قطعی رب العزت جل جلالہ کا ارشاد ہے۔ الی آخر آیۃ
وان من اہل الکتاب اِلّا لیؤمنن بہ قبل موتہ

اقول ہم بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب پر مرے بلکہ اللہ
تعالیٰ نے طبعی موت دیکر ان کے مدارج کو بلند کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے
یا عیسیٰ اِنّی مُتَوَفِّیکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیّ۔ اس آیۃ میں رفع درجات کا وعدہ ہے
اور آیۃ بَل رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیہِ میں اسکا ایفا جسطرح متوفیک میں وعدہ ہے اور

فلما توفیتنی میں ایفاے وعدہ ۔ تو فیتنی الیہ سے رفع الی السماء سمجھنا سراسر جہالت
ہے محب کو چاہیے کہ ہمارے متعدد ثاثہ یاب رفع کو بغور ملاحظہ کرے کیا خدا
تعالی دوسرے یا چوتھے آسمان پر مستقر ہے جہاں حضرت عیسی کا رفع ہوا ہے
اس سے خداے تعالی کے لئے جہت و مکان لازم آتا ہے جس کو آپ بھی
جائز نہیں رکھتے ہیں۔ ایک مقام پر خداے تبارک و تعالی فرماتا ہے ارجعی
الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی - اے
نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ اور میرے بندوں میں شامل ہو اور
میری جنت میں جا داخل ہو۔ رفع الی اللہ ور جوع الی اللہ میں از روے معنی میں
ذرہ بھر بھی کوئی فرق نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ رجوع الی اللہ سے قربت و مدارج
کا معنی لیا جاے اور رفع الی اللہ سے آسمان پر چڑھ جانا۔ دیکھو اس آیۃ کریمہ
کے آخر میں خدا تعالی کا فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی فرمانا اسبات کی طرف
اشارہ ہے کہ رجوع الی اللہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی بندہ ہمارے عرش یا
عرش کے نزدیک آجاتا ہے - نہیں - بلکہ اس بندہ کو ہمارے مقرب بندوں میں
شرکت اور ہماری جنت میں دخول کی عزت نصیب ہو جاتی ہے - پس رفع
الی اللہ جو رجوع الی اللہ کا ہم معنی ہے اس کے لئے بھی یہی تفہیم ہے تقریبیہ
اور اس آیۃ میں مقام رضا کی بھی تصریح کر دی گئی کہ وہ اس کی خاص بندوں میں
شمولیت اور اس کی جنت میں دخول کا نام ہے فتدبر۔ عبرت کا مقام ہے
کہ افضل الانبیاء کو جب خدا تعالی نے دشمنوں کے ہاتھ سے بچایا تو اس طرح کہ پیادہ پا
مکان سے نکال کر ایک تنگ و تاریک غار ثور میں جگہ دی اور ایک مفضول
نبی کو دشمن یہود کے ہاتھ سے بچایا تو اس طرح کہ انہیں یکبار فرشتوں کے
کندھوں پر سوار کر کے سیدھا فلک دوم یا فلک چہارم میں جا بٹھایا اور

اور تمام حوائج بشری سے آزاد و بے تعلق کر کے الآن کما کان جو اسکی ذاتی صفت تھی اس میں بھی شریک کر دیا تعالی اللہ عن ذالک اے حسامد رضا صاحب جب آپکے اعتقاد کی رو سے ایک عیسی نبی تو کیا تمام انبیائے کرام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ دیکھو تحریر حبیب صاحب تو آپ کا ایمان کیونکر جائز و پسند کرتا ہے کہ ہرگز نبی خاتم الانبیا محمد مصطفی تو ایسی تکلیف اٹھا کر دشمنوں کے ہاتھ سے نجات پائیں اور عیسی جیسے ایک امتی پر جب کفار حملہ کریں تو وہ بلا مزاحمت احدے آسمان چہارم پر صعود کر کے عزت کے مسند پر جا بیٹھے۔ کیا آپ کے عقیدہ میں خدا کے پاس امتی کا رتبہ اس کے پیشوا ہادی سے بڑھکر ہے۔ خدا کے لئے سچ سچ کہو کہ امتیوں کس کا رتبہ بڑھکر ہے کیا وہ شخص افضل ہوگا جو دو ہزار برس سے کھانے پینے پیشاب پیخانے اور دیگر تعلقات بشری سے بکلیہ منزہ ہو کر آسمان چہارم پر عزت کے مسند پر جلوہ فرما ہو یا وہ شخص ہو سکتا ہے کہ اپنے تمام علائی بھائیوں کے مانند کھاتا پیتا بھی تھا اور کبھی کوئی تعلق بشری اس سے منفک نہیں ہوسکے اور ساٹھ ترسٹھ سال کی عمر پا کر رحلت پائی اور اسی زمین میں دفن ہوا۔

ثانیاً ہم سوال کرتے ہیں کہ جب یہہ امر مسلم فریقین ہے کہ دنیا میں جتنے مامورین اللہ آئے کوئی بھی ابتدائے قوم کی اذیت سے مامون نہیں رہا اور آخر الامر خدا کی نصرت اسی زمین میں اپنی فرستادہ کے شامل حال رہی اور وہ منصور و فتح یاب ہوگیا تو کیا سبب ہے کہ تمام انبیائے مامورین کے برخلاف حضرت مسیح کے ساتھہ یہہ سلوک کیا گیا کیا اتنی بڑی وسیع زمین حضرت عیسی کے بچانے کے لئے بس نہیں تھی۔ کیا معاذ اللہ یہودیوں کا ڈر خدائے قادر تو انا پر اسقدر غالب ہوگیا تھا کہ کسی زمینی غار اور ارضی حجاب میں ان کے پوشیدہ رکھنے

غیر مناسب سمجھا اور رفع الی السماء کے سوا چارہ نہ پڑا۔ بھلا اوس وقت تو یہودیون کی کچھہ چلتی بھی تھی اب اس زمانہ مین تو یہہ قوم ذلت و مسکنت کا نشانہ بن رہی ہے اب کس یہود عنود کا خوف خدا کو لگا ہے۔ طرفہ تر یہہ ہے کہ ایک شخص اس وقت ان کے وفات کا ثبوت دیکر آپ مسیح موعود بن بیٹھا ہے پس حسب اعتقاد شما جس خدائے ذوالجلال نے ان کو اتنی بڑی عزت دی رکھی ہے اور باعتقاد شما اپنے خدائے خاصہ جیسے خلق و شفا و غیب دانی و احیائے موتی وغیرہ وغیرہ مین ان کی شرکت کو جایز رکھا ہے۔ تو اس کی غیرت جلال کو جوش آکر لزوماً یہہ کرتا چاہئے تھا کہ مدعی کو نیست و نابود و خاک مذلت مین پچھاڑ کر اپنے ساجھی کو بڑی تجمل و شان کے ساتھہ فرشتون کے کندھون پر ہاتھہ رکھواکر آسمان سے نازل کرتا۔ ایک قرن سے ہم دیکھہ رہے ہین کہ نہ کوئی آتا نہ جاتا تو ہمارا اعتقاد اور ہمارا ایمان زیادہ پختہ ہوجاتا ہے کہ عیسی کے متعلق جتنے باتین مشہور کی گئی ہین انمین سے ایک بھی صحیح نہین سراسر غلط و پوچ ہین اور خدائے حکیم کی شان ان بیہودہ باتون سے بالکلیہ مبرا و منزہ ہے۔ اور اگر اپنی خواص ذاتیہ مین سے کسیکو کچھہ دینا اس کا ازلی و ابدی علم جایز رکھتا تو محمد مصطفی حبیب اللہ کے سوا کون زیادہ مقرب بندہ تھا کہ اس کے طرف ذہن عقل کا انتقال ہوسکے خلاصۂ کلام یہہ ہے کہ مسیح ناصری نبی کے ساتھہ یہہ عقیدہ رکھنا کہ وہ خالق طیور تھا اور مردون کو زندگی حقیقی بخشتا تھا اور غیب کی خبر رکھتا تھا اور اندہے مادرزاد کو سوجھا کرتا تھا اور اب دو ہزار برس سے آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہے۔ کھانے پینے پیشاب پایخانے وغیرہ جملہ تعلقات بشری سے آزاد و پاک ہے اور اس کے جسم اور قوی جسمانی اور عمر مین کوئی تغیر و تبدل عائد حال نہین ہے الآن کما کان

اسکی صفت ہے وغیرہ وغیرہ امور بخدائے لایزال صریح کفر اور قطعی شرک مجسم ہے۔

ثالثاً ہم پوچھتے ہین کہ جب بقول شما حضرت عیسی آسمان پر چلے گئے اور یہودیوں کے ظلم سے بچ گئے تو پہر اس کی کیا ضرورت پڑی تھی کہ خدا تعالی نے ان کی رنگ و روپ کو دوسرے ایک ناکردہ گناہ مین ڈالکر یہودیوں کے ہاتھ سے اس کو سولی دلادی۔ یہہ دو حال سے خالی نہین کہ معاذ اللہ استغفر اللہ خدائے قدیر کو یہود بے بہبود کی دل جوئی بہی منظور تھی۔ یا خدائے جلیل و غالب کو یہہ خیال آیا کہ اگر بشکل عیسی ایک کو ٹہرا نہ کردون تو یہہ ذہن سے بچے یہودی علما زمین کو وجود عیسی سے خالی پاکر آسمان کی خبر نہ لین اور ملاء اعلی پر چڑہائی نہ کر بیٹہین۔

تناسخ ارواح و حلول ارواح کا ناپاک مسئلہ غیر قوم سے سننے مین آیا تہا آہ صد آہ شومی طالع کے سبب آج اپنے گہر کے اندر حلول الوان و اشکال کا ناکارہ و ناپاک قصہ دیکہنے مین آیا اے مولوی صاحب آپنے کس لفظ سے یہہ بہروپیہ کل استنباط کیا ہے۔ کیا وَلٰکِن شُبِّہَ لَہُم سے اس معنے کو نکالا ہے۔ اے غافل شبہ کے ضمیر کا مرجع سوائے عیسی کے اور کون ہوسکتا ہے کیا ماقبل مین شبیہ عیسی کا لفظ مذکور ہے جسکی طرف یہہ ضمیر لوٹتی ہے اس آیتہ کا ترجمہ صاف یہہ ہے کہ یہودیون نے عیسی کو نہ قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مرا لیکن وہ بالضرور مشابہ بالمقتول و بالمصلوب ہو گیا تہا۔ ہمین اچہی طرح یاد ہے کہ کلکتہ مین جب مولوی کریم بخش صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ سے اس باب مین بحث ہوئی تھی اور مولوی صاحب بہی چونکہ مولوی حامد رضا بریلوی کے ہم خیال ہین بار بار شبیہ عیسی پر زور دیتے تھے تب عاجز نے عرض کی کہ مولوی صاحب شبہ کی ضمیر کا مرجع کون

کیا کہ ان کی شبیہ عیسی سابق مین مذکور ہے تو گھبرا کر فرمانے لگے کہ نہین یعنی لفظ لہم
اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے ناظرین غور فرماوین کہ اگر اس عذر کو مان بھی لیا
جاوے تو پہلی قباحت سے بڑھکر قباحت لازم آتی ہے اس لیے کہ پہلی صورت
مین ایک شخص شبیہ عیسی قرار پاتا ہے اور اب اس صورت مین سارے یہود
حضار مجلس شبیہ عیسی ٹھیر جاتے ہین - ہمارے مولوی صاحب قطرہ شبنم بہاگ پرنالے
کے نیچے جا گہسے ہوے

سوال ثالثاً ہم پوچھتے ہین کہ جب ناکردہ گناہ شبیہ عیسی سولی پہ لٹکنے لگا تو کیا
عقل سلیم سے یہ بات باور کر سکتی ہے کہ ایک بے جرم شخص کو سزا دینے لگین اور وہ
چپکا رہے اور اس کے منہ سے اتنا بھی نہ نکلے کہ بھائی مین بے گناہ ہون عیسی
نہین ہون فلان شخص ہون میرا باپ فلان شخص ہے میرا مکان فلان محلہ
مین ہے - اور اس کے مان باپ اور رشتہ کے لوگ بھی کیا ہی سنگدل
نکلے کہ اپنے عزیز کو ناحق دیکھتے دیکھتے سولی دلوادی اور اف تک نہ کیا اور
عدالت و پولیس مین یہودی مولویون کے نام پر نالش نہین کی چپکے ہو رہے
ہمارے سادہ لوح علما یہ بھی کہتے ہین کہ وہ شبیہ حضرت مسیح کا خاص شاگرد
اور خاص حواری تہا کہتے ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے حواریون کو جمع
کر کے کہا کہ کون ہے کہ میرے بدلہ سولی پر چڑہے اور کل کے روز میرے
ساتھ جنت مین میرا ہمنشین ہو - ایک حواری کہڑا ہوا اور کہا کہ
مین ہون حضرت مسیح نے کہا کہ بیٹھ جا پھر مسیح نے اپنے سابق کلام کو
دہرایا ایک دوسرا حواری کہڑا ہوا اور کہا کہ مین ہون - فرمایا بیٹھ جا
پھر تیسرے بار اپنے کلام کا اعادہ کیا اس وقت ایک حواری اٹھا اور
کہا کہ مین آپکے بدلے سولی پر لٹکونگا حضرت مسیح نے فرمایا ہان تو ہی

اس کام کے لایق ہو وہ شخص عیسی نبی کی شکل مین آگیا اور حضرت عیسی آپ زندہ وزن کے راستے سے آسمان پر چلے گئے انتہی کلامہم مین کہتا ہون کہ بے گناہ کے بدلے گنہگار حضرت مسیح ناصری کی شان سے بالکل بعید ہے کہ ایک بیگناہ بندے کو سولی پر لٹکا کر اسکا خون اپنی گردن پر لین۔ توریت شریف کا مشہور مسئلہ ہے کہ جو لکڑی پر لٹکے وہ ملعون ہے اور جسکو صلیب دے یا جاوے وہ رحمت الہی سے دور اور شیطان سے نزدیک ہو جاتا ہے پس حضرت مسیح توریت کے عالم ہو کر کیونکر ایک بیگناہ مرد کو سولی پر لٹکنے کی ترغیب دے سکتے ہین۔ اور جان بوجھکر لعنتی موت کو گوارا کر سکتے ہین۔ آپ تو لعنتی موت سے گھبرائے ہین اور رات بھر جناب الہی مین ایلی ایلی لما سبقتانی کی دعا مانگتے رہے جسکا ترجمہ یہہ ہے کہ ای میرے رب کیون تو نے مجھکو چھوڑ دیا۔ تو کیونکر ہمارا ایمان اور کیونکر ہماری عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہین کہ وہی نبی اپنی خاص امتی کو لعنتی موت کے اختیار کرنے پر خوش ہو گیا۔ کوئی صلیب پر مر کر شیطان کا رفیق بن کر جنت مین رفیق مسیح بھی بن سکتا ہے ع این خیال است و محال است و جنون۔ اگر ان روایات کو موضوع قرار نہ دین تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان بچانے کے لئے ایک بندہ خدا کو دہوکا دیا۔ اور ناحق اسے ملعون بنایا۔ اس ناپاک بے بنیاد اعتقاد پر نازان ہو کر مجیب صاحب فرماتے ہین کہ یہہ مسلمانون کا عقیدہ قطعیہ یقینیہ ضروریات دین سے ہے کہ جسکا منکر یقیناً کافر ہے۔ اور انکی دلیل قطعی یقینی صرف وقولہم انا قتلنا المسیح بن مریم رسول اللہ سے آخر تک ہے جسمین نہ شبیہ کا ذکر اور نہ صعود الی السماء کا بیان اور نہ نزول من السماء کا پتا اور نہ لفظ حیات کا اشارہ قولہٗ اور بہ اور قبل موتہ کے ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کر کے یہہ ترجمہ کیا ہے۔ اور انہین اہل کتاب سے کوئی مگر یہ کہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسی پر اسکی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسی ان پر گواہی دیگا"

اقول وعلیہ التوکل مجیب کے اس ترجمہ مین کئی اعتراض وارد ہوتے ہین۔

اعتراض اول۔ آیۃ کی تعمیم مبتدا وانسے کہتے ہی ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت تمام اہل کتاب

سابقین جنکو مرکر کوئی ہزار برس گذر چکے ہونگے مسیح پر ایمان لانیکے لئے قبرون سے اوٹھہ نہین سکے وھو قطعا محال ہے۔ صدہا آیات قرآنی اس عقیدہ کی مخالف ہین ان مین سے ایک آیتہ یہہ ہے ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون اور نیز وہ آیات بہی اسکی خلاف پر ہین جنمین دو موت کے امتناع کا ذکر ہے۔ اور اگر بلا وجہ آیتہ کو مخصوص ضد البعض قرار دیں تو اس صورت مین بھی یہہ اعتراض دوم وارد ہوتا ہے اعتراض دوم تمام اہل کتاب یہود و نصاری کا حضرت مسیح کے وقت مین ملۃ واحدہ پر ہوجانا اور باہمی مذہبی جہگڑون کا تصفیہ اور باہمی بغض کا ارتفاع ممتنع ہے خدائی کی سچی کتاب سکے خلاف پر خبر دیتی ہے فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ یعنے یہود و نصاری کے درمیان عداوت و بغض کو قیامت کے دن تک ڈال دیا ہے۔ اعتراض سوم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ یعنی خدای تعالی فرماتا ہے ای مسیح بن مریم مین تیرے متبعین کو قیامت تک تیری منکرین (یہود) پر فوقیت دونگا۔ خدائی تعالی نے اس آیتہ مین اپنے ارادہ کا اظہار فرمایا ہے اور حتمی وعدہ دیچکا ہے کہ یہود کفر کے حالت مین قیامت تک ذلیل و خوار و ماتحت رہینگے جب قیام قیامت تک انکے کفر کا سلسلہ غیر منقطع ہے تو تمام اہل کتاب اولین و آخرین مسیح کے نزول کو زمانہ کے موجود دین کیونکر سب کے سب مسیح کو مان سکتے ہین۔ اعتراض چہارم مجیب نے اپنی اس رسالہ کے متعدد مقام مین یہ لکہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہین۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ نبی کے مہدی امتی پر ایمان لانا خدای تعالی نے کیونکر پسند فرمایا۔ اور امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ کی آیتہ مین کہین یہہ ذکر نہین فرمایا کہ امتی پر ایمان بھی

لانا کافی ہی۔ ایک جای تو کیا سارا قران اس ذکر سے خالی ہی اگر اپنے قول اول سی رجوع کرکے یہ کہو کہ نہین وہ تو نبی ہین تو اسوقت یہہ اعتراض ہوگا۔ اعتراض پنجم۔ جب ساری ادیان ما سبق خاتم الانبیا کے بعثت پر منسوخ ہو گئی اور ان الدین عند اللہ الاسلام اور من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وغیرہ آیات کثیرہ اسپر دلیل محکم ہین تو صرف عیسی نبی پر ایمان لانا یہود و نصاری کو کیونکر مفید ہوگا۔ بعض سادہ لوح ملا یہ کہتے ہین کہ ایک نبی کا مان لینا ساری نبیون کی مان لینے کی برابر ہی ہم کہتے ہین کہ یہ دعوی محض بے دلیل ہی تم نہین دیکھتی ہو کہ یہود حضرت موسی صاحب تورات کو نبی برحق مانتے ہین اور حضرت عیسی و محمد علیہما الصلوۃ والسلام کے انکاری ہین کیا انکا ایمان عنداللہ مقبول ہو سکتا ہی اور نصاری حضرت عیسی کو نبی برحق مانتے ہین تو کیا یہ انکے لئی مفید ثابت ہوگا۔ ہان البتہ خاتم الانبیا و خاتم الکتب پر ایمان و انکی تصدیق ساری انبیای سابقین پر ایمان لانیکے برابر ہے۔ اعتراض ششم۔ مجیب نے اس آیت سے اشارۃً نزول مسیح بن مریم صلعم کا ثبوت دیا تھا جسپر اعتراضات بالا وارد ہونیکے قطع نظر ایات ثبیات جو صراحتاً وفات مسیح پر دلالت کرتے ہین اس ترجمہ کے سخت مخالف ہین۔ اور وہ یہ ہین۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم الایۃ یعنی محمد تو صرف ایک رسول ہین انکے پہلے کے تمام رسول مر گئی ہین اگر یہ محمد مر جائین یا قتل کر دئے جائین تو کیا تم اسلام کو چھوڑ دوگے۔ جب حضرت عیسی رسولون مین شامل ہین اور قطعاً ہین اور یہ آیت تمام ما قبل کی رسولونکی موت خبر دیتی ہے تو اب مسیح رسول اللہ کے موت مین تردد کرنا خدای علیم و خبیر کی اطلاع دہی کی صریح تکذیب ہے قد خلت بمعنی قد ماتت صحیح ہے جسپر افان مات او قتل کا جملہ قرینہ صارفہ ہے۔ (۲) وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد الایۃ یعنی ای محمد صلعم ہمنے تمہارے

پہلے کسی بشر کو زندہ قایم نہین رکہا سب مر چکے ہین جب جناب مسیح بشر ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے کے بشر ہین تو اب انکی موت مین کیا شک ہے۔ یقیناً اس آیۃ کو ہکم کے نزدیک بشر ہین (۳) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین یہ آیت سلسلہ نبوت کو محمد رسول اللہ پر ختم کرتی ہے اور تمام رسالت تشریعی کے انزال کو روکتی ہے پس جب مسیح رسول و نبی ہین اور نزول وحی رسالت رسول کیلیے لازم غیر منفک ہے تو کیونکر خاتم الانبیا کے بعد اپنی نبوت کو لیکر نازل ہو سکتے ہین یہ آیۃ اور حدیث لا نبی بعدی نزول مسیح بن مریم کی اشد مخالف اور انکی وفات کی مجوز ہین۔ خلاصہ کلام یہہ نکلا کہ مجیب کے ترجمہ آیۃ کو صحیح مان لین تو اعتراضات مذکور الصدر کے علاوہ قرآن مجید کی ان متعدد آیات سے جو بالصراحت وفات مسیح پر دلالت کرتی ہین صریح اختلاف لازم آتا ہے پس جبتک مجیب کے ترجمہ کی اصلاح نکرین تو کسی طرح اختلاف بین الایات مرتفع نہین ہوتا اور اعتراضات بالا کسی صورت سے اوٹھہ نہین سکتے مولوی محمد بشیر بہوپالی الحق الصریح مین اسی ترجمہ پر زور دیا ہے۔ اور حیات مسیح کیلیے اس آیۃ کو قطعیۃ الدلالت ٹہرایا ہے انہین یہ خبر نہین تہی کہ انکا ترجمہ بہی بڑے بڑے اعتراضات والنظار کا مورد ہے اور ان قباحتونکا وقوع لیومنن بہ مین لام تاکید اور نون ثقیلہ کو زمانہ مستقبل کیلیے مخصوص تسلیم کرنیکے بعد سے ہے۔ ورنہ انکی نون ثقیلہ کی بحث کو تو حضرت امام الزمان اور مولوی محمد احسن صاحب نے بالکل خفیف کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ ضمیر بہ اور قبل موتہ کی مرجع مین مفسرین کا بڑا اختلاف ہے کوئی تو بہ کی ضمیر کو قرآن کی طرف لوٹاتا ہے اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف اور قبل موتہ کے ضمیر کو بعض مفسرین کتابی کی طرف لوٹاتے ہین اور بعض حضرت مسیح کی طرف اور اصول کا مشہور مسئلہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب کسی آیۃ و حدیث مین کئی احتمال پیدا ہو جائین تو اسکا استدلال باطل ہے کسی طرح قطعیت اس سے حاصل ہو نہین سکتی مجیب کے ہٹ دہرمی

اور حق پوشی کو دیکھو کہ اسقدر احتمالات کے ہوتے ہوئے قطعی یقینی کا قائل ہو کر منکر نزول مسیح کو کافر قرار دیتا ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب اس قدر روشن دلائل پر اگر کوئی کوباطن کسی صحابی یا تابعی کی رائے پیش کرے تو اسے ہم ابوالحمقا کے خطاب سے یاد کرینگے۔ ہمین چندان ضرورت نہین کہ ایسی قوی بینہ کے ہوتے یہ بھی کہین کہ اصول کی کتابون مین لکھا ہے کہ فہم صحابی حجت شرعی نہین ہے۔

مفسرین کی رائے پر ایک سرسری نظر

بعض مفسرین نے بہ اور موتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت مسیح کو ٹھہرایا ہے۔ اور اسیکو احسن سمجھا ہے۔ لیکن ابھی آپ دیکھ چکے ہین کہ کسقدر اس ترجمہ و رائے پر اعتراض وارد ہوتے ہین اور بعضون نے بہ کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید کو ٹھہرایا ہے اور موتہ کی ضمیر کو کتابی کی طرف لوٹائی ہے۔ اور یہ ترجمہ کرتے ہین کہ اہل کتاب مین سے کوئی ایک بھی نہین ہے کہ اپنے مرنے سے قبل محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاتا ہو یا قرآن پر ایمان نہ لاتا ہو۔ اس ترجمہ مین یہہ نقص ہے کہ ہمارے رات دن کا مشاہدہ ہے کہ ہزارون یہود و نصاری مرتے ہین مگر کبھی نہین سنا اور نہ دیکھا کہ مرض الموت مین رسول اللہ صلعم و قرآن شریف پر ایمان لانا انپر ضروری ہوا ہو۔ پس یہ ترجمہ مشاہدہ کے خلاف واقع ہے اسلئے غلط ٹھہرا۔ ورنہ کلام الہی کی پیشگوئی مین تردد پیدا ہوتا ہے جسکا انجام برا ہے اور بعض مفسرین بہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف لوٹاتے ہین اور موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف یہہ ترجمہ بھی مشاہدہ کے خلاف واقع ہونیکے سبب غلط ہے کیونکہ ہزارون یہودی مرتے ہین اور مرتے وقت ایک بھی مسیح پر ایمان لاکر نہین مرتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ جب تمام تراجم مختلف اعتراضات کے پیش ہونیکے سبب مخدوش و غلط نکلے تو پھر اسکا صحیح ترجمہ جسپر کسی قسم کی حرف گیری نہو متعین کرنا چاہیے۔ سو اسکا جواب یہ ہے

اس آیتہ مین بہ کی ضمیر قتل کی طرف راجع ہے اور موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف لوٹتی ہے۔ اب اسوقت آیتہ شریف
کا ترجمہ ہوگا کہ اہل کتاب مین سے کوئی نہین کہ اپنے مرنیکے پہلے مسیح کے قتل پر ایمان اور یقین نرکہتا ہو۔
غور سے دیکہو کہ یہ ترجمہ کسقدر صاف ہے اور کیسا مشاہدہ کے موافق ہے یہودیون کو یقین ہے کہ ہمنے مسیح کو سولی پر
لٹکا کر قتل کیا اور معاذ اللہ ملعون کر کے چہوڑا کیونکہ توریت مین لکہا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکے ملعون ہے
صلیب پر مرنیوالا مردود ہوتا ہے اور نصاری کو بہی یقین ہے کہ مسیح سولی پر قتل ہوا مگر آپ اپنی جان
دیکر ہم سبکی طرف سے کفارہ ہو گیا مگر انکا یہ یقین صرف مرنے تک ہے بعد مرنیکے امر حق منکشف ہو جائیگا
کیونکہ تمام ادیان کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ سارے جہگڑے اور سارے اختلافات یہین رہین بعد مرگ امر حق
آنکہون کے سامنے ہو جاتا ہے کسیکو کچہہ شبہ باقی نہین رہتا اور دیکہو ان الذین اختلفوا فیہ
لفی شک منہ ما لہم بہ من علم کی مفرد ضمیرین بہی قتل ہی کی طرف لوٹتی ہین اور آیتہ کا
آغاز بہی قتل ہی سے ہوتا ہے۔ زیادہ صفائی بیان کیلئے ہم چاہتے ہین کہ ماقبل کی پوری آیتہ لکہکر اسکا ترجمہ
کردین تاکہ سیاق عبارت سے مفہوم کلی بوضاحت منکشف ہو جائے۔ وھی ھذا وقولہم انا قتلنا
المسیح ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم وان
الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن وما
قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما وان من اھل الکتاب
الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا پارہ ۶ سورۃ نساء رکوع ۲۳۔ ترجمہ یہود کے
اس بات پر غور کرو کہ وہ کہتے ہین کہ ہمنے مسیح مریم کے بیٹے رسول اللہ کو قتل کر ڈالا حالانکہ انہون نے
نہ اسکو قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مارا لیکن البتہ انکے پاس مسیح کالمقتول کالمصلوب تو ضرور ہوا یا یون کہو
کہ مسیح مشابہ بالمقتول بالمصلوب تو ضرور ہوا۔ اور جو لوگ مسیح کے قتل پر اختلاف کرتے ہین تو وہ اس بات مین
شک مین ہین انکے پاس اس قتل کا یقینی علم نہین ہے مگر وہ گمان کی پیروی کرتے ہین۔ اور بالیقین یہود نے

عیسی کو قتل نہین کیا بلکہ اللہ تعالے نے طبعی موت دیکر اوسکو اپنی طرف اوٹہا لیا یعنی اوسکو رتبہ کو بلند فرمایا اور اللہ
غالب اور حکیم ہو اور کوئی بھی اہل کتاب نہین جو مسیح کو قتل پر اپنی موت سے پہلے پہلے ایمان نرکھتا ہو اور قیامت کو گواہ ہو
یعنی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اسکی اس بات کو کہ ہمنے ظاہر کر دیا کہ اہل کتاب نے نہ مسیح کو قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مارا
مگر یہ لوگ ایسی شبہ النفس مین کہ اس پہلی بات پر ایمان رکہتے چلے جاینگے کہ مسیح مقتول ہوا مسیح مصلوب ہوا اور آنکی
یہہ ضد صرف موت تک ہے مرنے پر معلوم ہو جائیگا۔ کہ اصل واقعہ کیا تہا۔

قولہ مسئلہ ثانیہ اوس جناب رفعت قباب علیہ الصلواۃ والسلام کا قرب قیامت آسمان سے اوترنا یعنی
دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ عزوجل نے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے لیا
دین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی مدد کرنا یہ مسئلہ ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت سے ہے
جسکا منکر گمراہ خاسر بد مذہب فاجر دلیل اسکی احادیث متواترہ واجماع اہل حق ہے۔ **اقول** وبہ
نستعین قرب قیامت مین آسمان سے اوترنا کہان سے ثابت کیا اگر آیۃ **وان من اھل**
الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ سے کیا ہے تو ع آفرین بادرین ہمت مردانہ تو۔ ابھی ہمنے
آپکے ترجمہ کا خاکہ اوڑا یا ہے اور اسکے ساری تانی بانے کو اودھیڑ کر رکھہ دیا ہے۔ اور اگر ان حدیثون سے
ثابت کیا ہے جنمین لفظ نزول آیا ہے تو ہمارے مقدمہ ثانیہ بحث نزول کو بغور دیکھیے۔ اگر آپ مین
انصاف وغیرت کا مادہ ہوگا تو بار دیگر نزولی حدیثون پر پنجہ نہ مارینگے۔ حضرت مسیح ناصری کا دوبارہ
دنیا مین تشریف لانا محال عقل ونقل ہے۔ خدا کی حکیم کتاب تو کسی متنفس کو دوبارہ لوٹنے سے روکتا ہے
دنیز فعلی صحیفہ جسکا دوسرا نام قانون قدرت وصحیفہ فطرت ہے اسکا سخت مکذب ہے۔ ابھی ہم اسکے تمام
ابحاث **ما لھا وما علیھا** سے فارغ ہو کر آپکو منزل تک پہونچا آئے ہین۔ جب بخیال شما
خدا تعالے نے تمام انبیاء کرام سے دنیا مین دوبارہ آکر دین محمدؐ کی نصرت کا اقرار لیا ہے تو پہر کیا وجہ ہے کہ
تیرہ سو برس گذر گئے کوئی نبی اپنی اقرار کو پورا کرنیکے لیے نہ قبر سے نکلا اور نہ آسمان سے اوترا

کیا آپ ان بزرگوارونکو خلاف الوعد سمجھتے ہین آپکے نزدیک تک حضرت عیسی بھی صادق الوعد ہین جنکے نزول و نصرت اسلام کا آپکو یقین ہے اے محجوب اس بیہودہ خیال اور ناپاک عقیدہ سے توبہ کر مقربان الہی کے ساتھ تیری یہ بدظنی تیری سوء خاتمہ کی پہلی منزل ہے ہم اس بحث کو زیادہ وضاحت سے آئندہ چلکر کرینگے - اسی نزولی حدیث اور رجوع موتی الی الدنیا کے بے اصل وہم زور سے کے آپ بہت ہی اچہل رہے ہین اور اسکے منکر کو گمراہ خاسر بدمذہب فاجر قرار دیرہے ہین - ہمارے مقدمات ثلثہ و دیگر ابحاث ماسبق کو عینک لگا کر دیکہو اگر حیا کا مادہ کچہہ باقی ہے تو آئندہ ایسی جرأت ہرگز نکرو گے - ثالثاً یہہ بتلائیے کہ قولی حدیثین کون کون سی حدیث متواتر ہین - کیا آپ ثابت کرسکتے ہین کہ مسیح کی نزولی احادیث محدثین کے اصول کی رو سے تواتر باللفظ ہین - اگر بالفرض تواتر کے رتبہ کو پہونچ بھی جائین تو آپکو اس سے کیا فائدہ البتہ ہمارے لئے مفید ہے - اسلئے کہ صعود و نزول جسم عنصری کتاب و سنت کے رو سے ممتنع ٹہیرا تو اسکے لئے ماتم ہی ماتم ہے اور ہماری پانچون انگلیان گہی مین - رابعاً یہہ فرمائیے کہ اجماع کا رتبہ کتاب و سنت کے پیچہے ہے یا پہلے جب ہر دو واجب التقدیم نے مسیح کی موت کا فتوی دیدیا ہے تو اجماع کا ذکر ان دونو کے برخلاف علم اصول کے عدم علم کا نتیجہ ہے اس بیخبر کو اتنا بہی نہین معلوم کہ پیشگوئیون کو اجماع سے کیا تعلق جنکا وقوع محض خدا کے اعلام پر موقوف ہے نہین معلوم کہ انکا وقوع ظاہر الفاظ مین ہوتا ہے یا استعارہ کے رنگ مین - حقیقت تو یہہ ہے کہ اس بیچارے کو پیشگوئیونکے حالات سے مطلق خبر نہین ہے کتب صحاح مین جن جن پیشگوئیون کے وقوع کا ذکر آیا ہے اگر اب بہی انہین تدبر سے کام لے تو مرحلہ باسانی طے ہو سکتا ہے - اس سلسلہ عالیہ حقہ کے تصانیف بہی اس عقدہ کے حل مین مفید ثابت ہوئی ہین - اگر کوئی حق کا طالب ہو - ہرگاہ کہ رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر اور آیہ کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے استدلال پر تمام صحابہ کرام جملہ رسل کی موت کے اقرار کے ساتھ حضرت مسیح بن مریم صلعم کی موت کی بہی تصدیق کرچکے

ہیں تو ہم انکی حیات جسمانی و صعود آسمانی پر اجماع کا دعویٰ محض بلا ثبوت ہے۔ اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ صحابہ
سے پہلے جس بات پر صحابہ کرام کا اتفاق و اجماع ہے وہ خواجہ مسیح ناصری کے موت کا مسئلہ ہی تو ہے
امام مالک موت کے قائل محدث ابن حزم موت کے قائل ابن تیمیہ موت کے قائل ابن قیم حنبلی وفات کے قائل
امام بخاری موت کے قائل امام ابو حنیفہ حیات سے ساکت امام شافعی حیات سے ساکت امام احمد حیات سے
ساکت امام محمد حیات سے ساکت امام ابو یوسف حیات سے ساکت امام زفر حیات سے ساکت امام سفیان ثوری
حیات سے ساکت امام اوزاعی حیات سے ساکت ابن معین حیات سے ساکت ابن عیینہ حیات سے ساکت وغیرہ
ہزار ہا تابعی و تبع تابعی حیات سے ساکت تو پھر کہو مسئلہ حیات پر اجماع کہاں سے ہوا کچھ تو شرم کرو کچھ تو
خوف خدا چاہیئے۔ جاننا چاہیئے کہ مجیب نے لفظ ابن مریم یا عیسیٰ کی لفظ سے قطعاً عیسیٰ علیہ السلام
جو نبی اسرائیل کی نبی تھے مراد لی ہے اور لفظ نزول سے نزول من السماء یقین کر کے صفحہ ۱ سے
صفحہ ۲۳ تک تینتالیس احادیث نقل کی ہیں۔ درحقیقت مجیب کو ان دو لفظوں کے سمجھنے میں سخت دھوکا ہوا ہے
اسلئے ہمنے مقدمہ اولیٰ و ثانیہ میں اس بحث کو بتفصیل تمام لکھا ہے جسکو دیکھنے کے بعد اگر تعصب بیجا نہو تو پوری
سکینت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ اگر مجیب میں تحقیق کا مادہ باقی ہوتا اور کورانہ تقلید اسکے
سد راہ نہوتی تو حدیث اول مابہ البحث کے فیصلہ کیلئے کافی تھی۔

قولہ۔ حدیث اول صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم**
کیا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کرینگے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ یعنی اسوقت کی
تمہاری خوشی اور تمہارا فخر بیان سے باہر ہے کہ روح اللہ تم میں اتریں تم میں رہیں تمہارے معین و یاور بنیں
اور تمہارے امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں۔

اقول۔ لفظ امام سے امام مہدی تصور کرنا مجیب کی خوش فہمی ہے اور امامکم منکم کو جملہ مستقلہ
خیال کرنا سراسر جہالت ہے اور کیف انتم استفسار احوال کے لیے آیا کرتا ہے اس سے اظہار خوشی و فخر کا معنی

استشہاد کرنا حضرت مجیب ہی کا کام ہے۔ اس حدیث کا صاف مطلب تو یہ ہے کہ ای امت محمدی تمہارا کیا
حال ہوگا جب کہ تم مین ابن مریم کا نزول و بعثت ہوگی اور وہ تمہارا امام اور تم مین سے ہوگا۔ چونکہ
ابن مریم کی لفظ سے مسیح بنی اسرائیل کی التباس کا خوف تہا اسلئے جناب خاتم المرسلین نے منکم کا لفظ بڑہا کر
تفہیم کی کہ وہ بنی اسرائیل کا نبی عیسیٰ ابن مریم نہین ہے وہ تم مین سے ہے جسکا لقب ہم نے ابن مریم رکہا
ہے پس وامامکم منکم یا جملہ حالیہ ہے یا جملہ مفسرہ ہے اور اگر ما قبل کیلئے اس واو کو واو عاطفہ
قرار دین تو اصل مسلم کی وہ صحیح روایت جسمین فامکم منکم ہے اسکا اہمال و ابطال لازم آتا ہے اور یہ
صریح باطل ہے اسلئے کہ امکم کی ضمیر کا مرجع سوا لفظ ابن مریم کے جو قبل مذکور ہے دوسرا کوئی لفظ
نہین جسکی طرف یہ ضمیر پہر سکے اور اسکا مسمی امام مہدی قرار پاسکے اور بات تو یہ ہے کہ امام مہدی کا
ذکر صحیحین مین ہرگز نہین آیا اور مسلم کی تیسری حدیث مین فینزل عیسیٰ بن مریم فامہم
موجود ہے جسکو خود مجیب نے بہی صفحہ ۱۰ آخر سطر پر لکہا ہے۔ پس یہہ دو حدیث جنمین امّہم بصیغہ
ماضی اور اسکی ضمیر کا مرجع قطعاً ثابت کا لفظ ابن مریم یا عیسیٰ بن مریم ہے کلا غیر حسب اصول
حدیث انکا تقاضا ہے کہ تطبیق کی کوئی راہ نکالی جائے اور بجز اسکے کوئی راہ توافق و تطابق
مین انکا حادیث ممکن نہین کہ امامکم منکم کے واو کو حالیہ یا تفسیریہ یا صفتیہ قرار دیکر
ما قبل کی لفظ ابن مریم سے متعلق کر دیا جاے ورنہ تخالف مین احادیث صحیحین ہے یہی یقینی ہے مجیب نے
اپنی الغلطی سے چاہا تہا کہ امر حق در پردہ ہو جاے اسلئے امامکم کے لفظ سے امام مہدی مراد لیکے حضرت
عیسیٰ کو انکا مقتدی قرار دیا تہا مگر بقول مشہور الحق یعلو ولا یعلیٰ اور بقول کسی دروغ گو را حافظہ
نباشد۔ خود ہی اسکی قلم سے امر حق کا ثبوت اور اپنی پہلی رای کی تکذیب ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ صفحہ ۱۶
تحت حدیث سوم لکہا ہے اذا اقیمت الصلوۃ فنزل عیسیٰ فبیناہم یعدون للقتال
یسوون الصفوف ابن مریم (نزول عیسیٰ) فامہم الحدیث یعنی شام مین مسلمان وہان سے قتال کی تیاریان
کرتے صفین برابر کرتے ہونگے کہ نماز کی تکبیر ہوگی عیسیٰ ابن مریم نزول فرماینگے انکی امامت کرینگے۔

سے عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد - خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگ است - صحیحین کی حدیثین
صاف بتلا رہی ہین کہ آنیوالا مسیح اسی امت سے ہوگا - دوسرے کی انتظاری سراسر بے سود ہے - و نیز یہہ
احادیث قرآن مجید کی ان کثیر التعداد آیات کے بالکلیہ مطابق و موافق ہین جنمین بصراحت وفات مسیح
بن مریم کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ہم نے انکا ذکر باختصار کچھہ پہلے بھی کیا ہے اور کچھہ آئندہ بھی کرینگے

قولہ جو اسی (دجال) کو مانینگے اونکے لئے بادل کو حکم دیگا برسنے لگیگا زمین کو حکم دیگا کھیتی
جم اوٹہیگی جو نہ مانینگے اونکے پاس سے چلا جائیگا اون پر قحط ہو جائیگا تہیدست رہ جائینگے
ویرانی پر گذر ہوکر کہیگا اپنے خزانے نکال خزانے نکلکر شہد کی مکھیون کی طرح اسکے پیچھے ہولینگے پھر ایک
جوان کہٹے ہوئے جسم کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کریگا دونون ٹکڑون کو ایک نشانہ تیر کے فاصلے سے رکھکر
مقتول کو آواز دیگا وہ زندہ ہوکر چلا آئیگا دجال لعین اسپر بہت خوش ہوگا ہنسیگا -

اقول تمام عقائد کی کتابون مین لکہا ہے کہ خاصہ ذات باری مین کسی نبی و ولی دیو پری کو
شریک کرنا شرک جلی ہے ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے - مگر آج مجیب صاحب کی تحریر سے
معلوم ہوا) کہ دجال لعین کو خدا کی خدائی مین پوری شرکت اور پوری مداخلت ہے اور حسب رائے
مجیب بلوی اسپر ایمان لانا ضروریات دین سے ہے - کیون نہو جب باعتقاد مجیب ابر کا چلانا پانی کا
برسانا قحط کا وارد کرنا اسکے قبضہ مین ہے اور سارے آسمان و زمین و ما فیہما اسکے تابع ہین
یہ لفظ پرست کور باطن علما اتنا نہین سمجھے کہ آدم سے خاتم تک جب کسی کامل انسان فرستادہ الہی
کو ان صفات خاصہ مین سے کچھہ بھی حصہ نہ ملا تو کیونکر عقل باور کرسکتی ہے کہ ایک کافر لعین
الوہیت کے خواص مین حصہ پانے کا مستحق ہے بلکہ خدا اسکو کہین کہ جسمین یہ صفات کمالیہ بالاستقلال
پائی جائین جب انکا ایمان و اعتقاد ہو کہ دجال لعین ان تمام صفتون سے متصف ہے تو بتلاؤ اسکی
خدائی مین کیا کسر باقی رہگئی ہے جسکو آپ سے نہین پاکر اور اسکو غیر مستحق عبادت شرکر ملعون کا
خطاب دیتے ہو ایک طرف تو اسکی خدائی ثابت کرو دوسری طرف اسکو ملعون کرکے پکارو ندا

شی عجیب کیا خدا اپنی خدائی کسی کو دے سکتا ہے۔ اگر خدا اپنے خدائی کی تقسیم جائز ہو سکتی تو اس ارتکاب
اسکی کا اُن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہوتے یا اس مثل کی اندھی تقلید تم نے
خدائے ذوالجلال والاکرام کی جلالت شان کی پایمالی اور دجال کے سر پر خدائی کا
کا تاج مرصع رکھکر محمد خاتم المرسلین حبیب رب العالمین کی سخت سے سخت توہین کی۔ کیا تمہارا ایمان
سے کان باتوں میں ہمارے رسول کی تصدیق کی جاتی ہے یا ان اسی توحید کی تعلیم سے
اور اسی شرک خفی عقاید کے ترک پر آپ ہم سے ملامت کرتے ہیں۔ بس مولوی صاحب اب تو شرم کیجئے
سچ کہو کس دین کی تقلید ہے۔ اگر کہو کہ حدیثوں میں ایسا ہی آیا ہے ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف
اور اکثر احادیث اس عقیدہ کی مخالف و مکذب ہیں تو ان دجالی حدیثوں میں
ایسی تاویل کیوں نہیں کرتے جس سے آپکا توحید بھی بچا رہے اور آپکا ایمان ثابت رہے
ورنہ اس ناپاک عقیدہ کے ہوتے ایمان باللہ کسطرح آپکے دل میں ٹھہر نہیں سکتا ہے۔ اجتماع ضدین محال ہے اور
ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ پیشگوئی کی احادیث میں استعارہ بہت غالب ہے جبتک انکا وقوع نہ ہولے تو
انہیں علم الٰہی کے سپرد کرنا چاہیے اسلئے کہ۔ الغیب عند اللہ لا یعلمہ الا اللہ۔ ہم نصیحتاً آپکو
یاد دلاتے ہیں کہ جو جو پیشگوئیاں باتفاق محدثین پوری ہو چکی ہیں اس پر ایک غائر نظر ڈالنا آپکے لیے
نہایت سودمند ہوگا۔ اور اگر آپ ان دجالی احادیث میں تاویل صحیح کو جائز نہیں رکھتے اور انکے
ظاہری الفاظ پر اڑے ہوئے ہیں تو آپ نصوص قرآنیہ اور خاتم الانبیا کی ۲۳ سالہ کارروائی اور
انکی سبقاً سبقاً توحید کی تعلیم اور اسکی اشاعت میں ہزارہا مصیبتوں کا اوٹھانا جنکی صحت تواتر کے
اعلیٰ درجہ کو پہونچی ہوئی ہے یہ واجب التعظیم امور کی عزت کی نگہداشت اس بات کی مقتضی ہے کہ ان
خلاف توحید مجسم شرک جعلی حدیثوں کو موضوعات کے رجسٹر میں درج کردیا جائے اور پکار کر کہدیا
جائے کہ یہ الفاظ ہرگز ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نہیں نکلے کسی جعل ساز
شرک دوست کی یہ ساری کارروائی ہے۔ پھر بھی ہم انکو ایک قصہ مسلمہ **الاعمال خیر من الاعمال**

یاد دلاکر ان حدیثون کی تاویل کی طرف توجہ دلائی ہی تا کہ صحیحین وغیرہ کی روایات اس ناہموار نسبت سے محفوظ رہین اور امام بخاری و مسلم وغیرہ کی جلالت شان پر کسی نکتہ چین کو دہبا لگانیکا موقع نملے یاد رہی کہ ہماری مولوی صاحب اور انکی ہمخیال حضرات کا دجال کی ساتھ یہ بہی عقیدہ ہی کہ وہ ایک شخص ہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ابتک زندہ ہی اور تمام خدائی خواص اسکے اندر مضمر ہین سو جاننا چاہیی کہ دجال مشتق ہی دجل سی جسکی معنی مکر و فریب اور حق کو باطل کے ساتھہ خلط ملط کرنیکے ہین اور دجال اس گروہ کو کہتی ہین جسمین یہہ اوصاف موجود ہون اور اسی معنی کے لحاظ کرتے حدیثون مین بہی دجّالون کذّابون آیا ہی پس پادریان نصاری کی باعتبار نوعیت شخصی دجال اکبر ہین اسلئے کہ اسی گروہ نی ناپاک مسئلہ تثلیث و کفارہ کی ثبوت اور یسوع مسیح کو اللہ اور ابن اللہ متوالی مین ناخنون تک زور لگایا ہی جسکی ابطال کیلئے قرآن شریف اپنی پرشوکت الفاظ مین یون فرماتا ہی کہ قریب ہے کہ آسمان پہٹ جای اور زمین چر جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر اوڑ جائین اس بات اور اس اعتقاد سی کہ کسیکو خدا اور خدا کا بیٹا ٹہرایا جاوے اور کافر ہین وہ لوگ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتی ہین بخاری و مسلم وغیرہما کتب صحاح سی بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا نزول اسوقت ہوگا کہ دنیا کا اکثر حصہ صلیب کے پرستارون اور اسکی حامیون کے وجود سی بہر جاوے اور یاجوج و ماجوج (جس سی مراد روس و انگریز ہین) اپنی پوری حکومت و تسلط کے ساتھہ خروج کرچکی ہون اور انہین حدیثون کے بابون مین یہ بہی لکہا ہی کہ مسیح موعود کا نزول اسوقت ہوگا کہ دجالی فتنہ حرمین شریفین کی سوا تمام روی زمین پر پہیل جاویگا اور اسکی حکومت کے ہاتہہ کے نیچی ساری زمین مشرق سی لیکر مغرب تک (باستثنائے ہر دو حرم) مسخر ہوجای بلکہ باعتقاد شما آسمان و زمین دریا شمس و قمر و سحاب و نجوم وغیرہ و امن فیہمن مین اسکا پورا تسلط پایا جاوے پس جبتک پادریان نصاری کو دجال اکبر نہ قرار دیا جاوے تو ہرگز کسیطرح یہہ احادیث تخالف و تناقض کی پنجہ سی نجات نہین پاسکی ہین اور ممکن نہین کہ بدون اس صحیح توجہ کے کوئی راہ بین الاحادیث المختلفہ کے توافق کیلئے نکل آوی کیا یہہ امر

عند العقل جائز ہوسکتا ہے کہ مسیح موعود کا نزول اسی وقت مین ہو کہ دجال اکبر کا فتنہ اور
اسکی خدائی حکومت ساری زمین پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو اور اسی زمان واحد مین
حامیان صلیب کی بہی زمین پر پوری سلطنت و پورا تسلط پایا جاے دو متضاد حکومت کا قیام
ایک خاص مقام پر ممتنع العقل ہے۔ ہان ایک صورت مین ممکن ہے کہ مسیح موعود کا نزول
دنیا مین دوبارہ دو مختلف وقتون مین تسلیم کیا جاے مگر یہ رائے تمام اہل اسلام اور تمام کتب الہیہ
اور احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ اسلئے کہ نزول مسیح موعود یکبار قرب قیامت کے لئے
علامت کبریٰ ہے اور ایسا ہی خروج دجال اکبر و اشاعت مذہب صلیبی۔ قرب قیامت کے
علامات کبریٰ ہین احفظوہ فانہ ینفعک ان روشن دلائل سے اگر کوئی
دل کا اندہا سوجہا نہو اور دجال کے وجود شخصی اور اب تک اسکی زندگی پر ایمان رکہتا
ہو تو ہم اسکو بخاری و مسلم کی سو برس والی حدیث (جسمین ذکر ہے کہ رسول اکرم حلفاً
فرماتے ہین کہ آج سے لیکر سو برس تک کوئی متنفس زمین پر زندہ نہین رہیگا) کی رو سے
دجال کی موت کی خبر دیتے ہین۔ و نیز وہ آیات جن سے وفات مسیح بن مریم ثابت ہوتی
ہے مسیح دجال کی موت کیلئے بہی کافی ثبوت ہین۔ و نیز وجود شریک باری تعالیٰ کا عقلاً و
نقلاً محال ہونا اس دجال کے وجود و خروج کو قطعاً ممتنع و محال ٹہیراتا ہے کیا خدا تعالیٰ
کی غیرت اسکو [illegible] کیلئے پسند کر سکتی ہے کہ کوئی انسان خدائی احکام خدائی سلطنت لیکر
دنیا مین قدم رکہہ سکے دیکہو اس غیور خدا کا ارشاد اپنی کتاب مین یون ہے ولا
یشرک فی حکمہ احدا۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنے حکم و قضا و قدر مین کسیکو
ساجہی نہین ٹہراتا ہے۔ . . . .

. . . . غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہر پرست اور قرآنی علوم
سے بیخبر لوگ [illegible] ساری مخلوقات مین سے الوہیت و ربوبیت مین شریک و ساجہی
رہنے کیلئے صرف دو شخصون کو منتخب کیا ہے ایک مسیح [illegible] کو بندون مین دوسرے

مسیح دجال کو شریر بندون مین اور اس ذریعہ سے دربردہ انہون نے نصاریٰ کا ہاتھ بٹایا ہے اور تثلیث کے نجس عقیدہ کو اسلامی صحیفہ مین درج کر کے توحید باری عز اسمہ کے استیصال کا ارادہ کیا ہے اور نصاریٰ کو موقع دیا ہے کہ وہ اپنی تثلیث کے صحت پر اس اسلامی تثلیث کو نظیراً پیش کر سکین۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

قولہ۔ وہ دمشق کی شرقی جانب منارہ سفید کی پاس نزول فرمائینگے دو کپڑے ورس و زعفران سے رنگے ہوئے پہنے دو فرشتون کے پرون پر ہاتھ رکھی۔

اقول۔ مجیب کو ابتک خبر نہین کہ قادیان دمشق کی شرقی جانب ہی پر واقع ہوا ہے۔ دیکھو نقشہ جغرافیہ۔ مجیب نے یہہ سمجھ کر کہا ہی کہ دمشق کی اندر یہہ نزول ہوگا کاش اس حدیث پر تدبر سے ایک نگاہ کی ہوتی الفاظ حدیث اسکے مدعا کی خلاف ہین اور بتا رہا ہی ہمارے موافق ورس و زعفران لباس شرع محمدی مین مردون کیلئے ممنوع ہین تو عیسیٰ مسیح کا انکی لباس کا استعمال اس بات کی دلیل ہی کہ وہ دین محمدی پر نہین آئینگے۔ اپنی روش پر تشریف لاوینگے اور یہہ آیت قرآنی اسکی تائید کرتی ہی وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔

یعنی ہمنی تمام رسولون کو مطاع و مقتدی بنا کر بھیجا ہی امتی و مقتدی بنکر رہنا انکی شان سے بعید ہی۔ جب اسکی پہلے اس بات کی تشریح ہو چکی ہی کہ نزول سے پیدائش و بعثت سے اور رفع الی اللہ سے مراد قربت الٰہی ہی تو پھر دمشق کی منارہ پر حضرت ابن مریم کا نزول آسمان سے ایک بے بنیاد خیال ہے اور ہم بھی حدیثون سے ثابت کر آئی ہین کہ مسیح موعود اسی امت محمدی مین پیدا ہوگا اب یہہ سوال پیدا ہو سکتا ہی کہ مسیح موعود محمدی معصفر و مزعفر لباس کو کیونکر زیب تن کر سکتا ہی سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہہ تمام کشف و رؤیا ہین اور تعبیر الرؤیا مین لکھا ہی کہ جب کسی پر زرد لباس خواب مین آوے تو اسکی تعبیر یہہ ہے کہ وہ بیمار ہوگا بحمد اللہ آج سارے عالم پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب دو زرد چادرون مین لپٹے ہوئے ہین جیسی کہ رسول اللہ صلعم صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی وقتاً تمام

پوری ہوئی ورجس سے مسیح موعود کی شناخت ہمین ملی ایک تو اوپر کی زرد چادر جس سے مراد دوران
سر مراد ہی اور ایک نیچے کی چادر جس سے ذیابطیس کی بیماری مراد ہی اور یہ دو بیماریاں انکی لازم حال
پڑی ہوئی ہین اکثر انکو دورے ہوتے رہتے ہین فرشتونکے پرون پر ہاتھ رکھکر اترنے مین کئی اشکال وارد ہوتے ہین
اول یہ کہ فرشتون کو تمام انسان کا دیکھنا خلاف نص قرآنی ہی جب افضل رسل کے مبارک عہد مین صحابہ
کرام نے بایں چشم نہ دیکھا تو مسیح کے وقت مین کیونکر امید ہوسکتی ہی دوسرے انکے پرون پر ہاتھ رکھکر
اترنا خلاف دستور ہی اصل یہ ہی کہ جناح بمعنی بازو کے جسکا یہ معنی ہوا کہ مسیح موعود دو ملکی سیرت
انسانوں کے کندہون پر ہاتھ رکھے ہوئے مبعوث ہوگا۔ اسکی تائید بخاری کی ایک روایت مین ملتی ہی جسمین
بجائے ملکین کے رجلین آیا ہی اس توجیہ کے بغیر توافق بین الاحادیث غیر ممکن ہی اور اس روایت
پر بھی غور کرو وان الملئکة لتضع اجنحتها لطالب العلم کہ فرشتے طالب علم
کیلئے اپنے بازون کو بچھاتے ہین اور طالب علم اوسپر چلتا ہی اگر تمہین نظر نہین آتا اور درحقیقت
نظر نہین آتا تو کسی طالب علم سے پوچھہ دیکھو۔

قولہ کسی کافر کو حلال نہین کہ انکی سانس کی خوشبو پائے اور مرجائے اور انکا سانس وہانتک پہونچیگا
جہانتک انکی نگاہ پہونچیگی۔

اقول مجیب نے بجد ریح نفسہ کا ترجمہ انکی سانس کی خوشبو پائے کیا ہی مگر یہ حقایق سے
بے نصیب الفاظ پرست کو اتنا نہ سوجھا کہ جو خوشبو ناک مین پہونچتی ہی ہلاک ہی کر ڈالی تو کیا وہ عند العقلا
سم قاتل سے کم رتبہ رکھہ سکتی ہی اسکو تم خوشبو کہو یا معطر کہو جب اسمین ایسے خواص موجود ہین تو بدبو سے
ہزار درجہ بدتر ہی اسی ہر جگہہ ظاہری الفاظ پر اڑنے والو تمہاری ظاہر پرستی نے ایک برگزیدہ مسیح نفس کی
پاک سانس کو کالے ناگ سے بھی زیادہ زہریلا قرار دیدیا۔ اسلئے کہ کالے کا زہر جب چڑھتا ہی کہ وہ کاٹ
کھائے مسیحائی سانس کا زہر ایسا قوی الاثر ہی کہ جہانتک اسکی نظر پہونچے زہریلی سانس اسکے ساتھہ ساتھہ
اللھم انی اعوذ بک من اہانة الانبیا والاولیا اب آؤ ہم سے اس حدیث کا
مطلب سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مسیح موعود کی علامت ایک یہ بھی ہی کہ کافر

اسکے دم سے مرینگے۔ اسکی دو توجیہیں ہیں ایک یہ کہ اسکی تقریر و تحریر سے سارے کفار اور تمام ادیان غیر اسلام ہلاک ہوجاینگے
ایک یہی ایسا ہوگا کہ مسیحائی وقت کے سامنے ٹھہر سکے سارے دنیا کی قلم اسکے قلم کے سامنے ختم ہوجاینگے۔ کیا یہہ پیشگوئی مخبر صادق کی
حضرت مرزا صاحب کے حق میں پوری نہیں ہوئی۔ دوست تو دوست دشمنوں سے پوچھو وہ بھی یہی کہینگے کہ آج
روئے زمین میں حقائق الہیہ و معارف قرآنیہ اور اسلامی صداقتوں کے اثبات کیلئے صرف مرزا غلام احمد کے ہاتھہ
میں قلم تھا اگر یہ بھی تعصب نے تمکو اسکا انکار دیا ہو دوسری توجیہہ یہ ہے کہ مسیح موعود کے دم سے یعنی اسکی بد دعا سے دشمن دین اسلام ہلاک
ہونگے۔ لیکھرام پشاوری کو دیکھو کہ کسکی بد دعا سے مرا عبد اللہ آتہم عیسائی پر نظر کرو کہ کسکی بد دعا نے زیر زمین ہوا مرزا احمد
بیگ ہوشیارپوری جو راست باز کا دشمن تھا غور کرو کسطرح اندر میعاد مقررہ کے دنیا سے چلبسا دیانند سرستی و سر
سید احمد خان و حمید اللہ پشاوری و عبد العزیز لدھیانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور انکے اہل بیت کے جانکاہ
حادثہ پر ایک نظر ڈالو عبد الحق غزنوی کے دونوں ہاتھوں کو دیکھو کہ کسطرح بیکار ہو گئے ہیں اور غلام دستگیر قصوری
اور محمد اسمعیل علی گڑہی کے سچے واقعات استعفار کو تدبر سے پڑہو جو انکی کتابوں میں درج ہیں کسطرح ان دونو
نے استعفار شایع کرکے اور جلدی ہلاک ہوکر مرزا صاحب کی صداقت پر مہر لگا دی۔ اس حدیث پر غور کرنے سے ایک
اہم مسئلہ کا فیصلہ بآسانی ہو سکتا ہے کہ مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے یہہ معجزہ دیا تھا کہ اگر کسی مردہ
پر دعا کریں تو اعجازی طور پر قلیل عرصہ کے واسطے تھوڑی سی کیلئے اسمیں حرکت پیدا ہوجایا کرتی تھی۔ نہ حقیقی زندگی
جس سے مردہ انسان دوبارہ دنیا میں آکر اپنا سارا کاروبار دنیوی و دینی کر سکے یہ تو خاصہ حضرت رب العزۃ
اور یہ حدیث اسکے خلاف ہلاکت کی خبر دیتی ہے پس ایک شخص میں دو متضاد صفت کا وقوع غیر ممکن ہے
قرانی و حدیثی اخبار میں توافق کیلئے بجز اس تاویل کے اور کیا چارہ ہے کہ دو صفت کے دو مسیح قرار دئے جائیں ایک
مسیح ناصری رسول اللہ جنکو احیاء موتیٰ کا ذکر اسی حیثیت سے کہ ابھی ہمنے اسکی اصل حقیقت بتلائی ہے جس کا
ذکر اس حدیث میں مذکور ہے کہ اسکے سانس سے کافر ہلاک ہونگے قدر کرو اور اسی طرح مسیح کے حلیہ کی احادیث
وجوباً دلالتاً دو مسیح کے وجود کو چاہتے ہیں۔ بخاری شریف کے کتاب الانبیاء و کتاب الفتن کو غور اور انصاف
سے پڑہو ایک روایت میں مسیح کا حلیہ یہ بتلایا ہے کہ سرخ رنگ گھونگر بال چوڑا سینہ اور دوسری روایت میں رنگ
گندم گون اور سیدھے بال۔ اور ظاہر ہے کہ ایک شخص کے دو حلیہ ہو نہیں سکتے دو حلیہ دو شخص کی طرف اشارہ
کرتے ہیں فتفکروا واتقوا اللہ پس اول حلیہ کے مصداق مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں انبیاء کرام کے زمرہ میں یحییٰ نبی کے پاس دیکھا اور دوسرے حلیہ کے
مصداق حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں (رحمت خدا بروی باد) جنکو رسول خدا
علیہ التحیۃ والثنا نے کاسر صلیب قاتل دجال و خنزیر قرار دیا ہے اور امامکم منکم فرما کر اپنا امتی ٹھہرایا

ہے۔ خدا گواہ ہے کہ ہمنے بچشم خود مسیح موعود و مہدی معہود کا پورا حلیہ حضرت اقدس امام قادیانی مین اکمل طور پر دیکھا

قولہ انکے زمانہ مین اللہ عز وجل اسلام کے سوا سب مذہبون کو فنا کرے گا۔

اقول اس سے اگر یہ مراد ہے کہ مسیح موعود تمام مذہبون کو دلائل قطعیہ و فرقانی حربہ سے فنا کر دیگا اور تمام ادیان کو اپنی قوی دلائل اور نشانات سماوی کے پاون کے نیچے کچل ڈالیگا تو ہم بھی اس بات کے قائل ہین اور بالبداہت دیکھ رہے ہین کہ اس آسمانی مرد نے تمام اقوام کے دلائل کے مینار کو چھین کر کے زمین پر ملا دیا ہے اور یہ حقیقت اصلی ہلاکت بھی ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے لیهلک من هلک عن بینة ویحیی من حی عن بینة اور اگر اس سے یہ مراد ہو کہ مسیح کے زمانہ مین سوا اسلام کے کوئی ایک مذہب بھی دنیا مین باقی نہین رہیگا سب اسلام قبول کر لین گے یا قتل کر دئے جاینگے جیسا کہ عجیب یہ عقیدہ ہے اور اسی رسالہ مین کئی جگہہ اسکا تذکرہ کیا ہے تو یہ صریح نص کے خلاف ہے فرمایا اللہ تعالی نے والقینا بینہم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة فاغرینا بینہم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة یعنی ہمنے یہود و نصاری کے درمیان قیامت تک بغض و عداوت ڈال دی ہین۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامة رواہ الشیخان یعنی میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ قیامت کے دن تک حق پر قتال و جدال کرتی رہیگی اور دلائل کی رو سے امر حق کی تائید کرتی رہے گی اور حق کی پیروی کے سبب ہر میدان مین فتح یاب رہینگی اور بعض روایة مین آیا ہے کہ قیامت کا قیام شریر انسانون پر ہوگا پس یہ آیت و حدیث اسلام کے بالمقابل یہود و نصاری و اشرار کے وجود کو قیامت تک قایم رہنا چاہتی ہین جب انکا وجود نہو تو باہمی بغض و عداوت کس طرح اور کس سے قایم رہ سکتی ہے۔ فتدبر

قولہ دنیا مین چالیس برس رہکر وفات پاوینگے۔

اقول مسیح موعود نے اللہ تعالے سے الہام پاکر یہ شائع کر دیا ہے کہ ماموریت بعثت کے زمانہ سے چالیس سال تک دنیا مین رہکر اپنی طبعی موت سے مریگا۔

قولہ اہل عرب اس زمانہ مین سب کے سب بیت المقدس مین ہون گے۔

اقول اسکی کیا وجہ ہے کہ حرمین شریفین کو چھوڑ کر عرب جیسے غیور قوم بیت المقدس کو اختیار کرے صحیح حدیثون مین آیا ہے کہ دجالی فتنہ سے کوئی شہر کوئی قصبہ محفوظ نہین رہیگا۔ مگر حرمین شریفین یعنی یہانکے لوگونکو خدا تعالے دجال اکبر جس سے مراد پادریان نصاری ہے اسکی مکر و فریب و دجل سے بچا رکھیگا اسکا صاف معنی یہی ہے کہ یہ دو حرم کبھی اہل حرم سے خالی نہونگے اور وہ دجالی فتنہ سے مامون رہین گے۔ پس ان دو روایتون مین

جمع کی صورت بتلائی اور ظاہر ہے کہ اجتماع نقیضین محال ہے اسلئے ہمارے نزدیک پہلی حدیث التفات کے قابل نہین
ہے اسلئے کہ صحیحین وغیرہ صحاح ستہ کی روایتہ کے مخالف پڑی ہے۔

قولہ فانزل فاقتلہ رواہ ابن ماجہ مین اترکر اسے قتل کرونگا۔

اقول جب حضرت مسیح فلما توفیتنی اور مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فرماکر اپنی موت کی خبر
دیچکے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج مین انہین زمرہ موتی مین دیکھا ہے اور ظاہر
ہے کہ مردہ دوبارہ دنیا مین آنہین سکتا جیسے صدہا دلائل فرقانیہ وحدیثیہ وعقلیہ بوضاحت تمام دلالت
کرتے ہین تو قطعاً یہہ حدیث تاویل طلب ہے۔ ہمارے نزدیک عمدہ تاویل وہی ہے جسکو حضرت مسیح ناصری
نے ایلیا نبی متوفی کے نزول کے بارہ مین کی ہے کہ وہ آسمان سے ایلیا آنیوالا یوحنا ہے جو زکریا کے
گہر پیدا ہوا یعنی جب رجوع میت دنیا کی طرف محال ہے تو جو اسکی خو و بو و قدم پر آتا ہے تو کہتے ہین کہ
گویا وہی آگیا ہے پس جب مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال کتاب و سنت واجماع صحابہ وغیرہ دلائل سے پایہ ثبوت کو
پہونچ چکا ہے تو اب مسیح ناصری کا دنیا مین آنا بروزی رنگ مین ہے اور وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ
الصلوٰۃ والسلام مین اور بروز کا مسئلہ اب ایسا صاف ہوگیا ہے کہ اگر ہم چاہین تو قران کریم کی صدہا آیات تبلاکر
انہونکو سوچہا کردین۔ کیا کرین یہ رسالہ مختصر اسکا متحمل ہو نہین سکتا اور نہ یہاں اسکا محل ذکر ہے کہ جسپر ایک لفظ
نزول لگیا ہے جس سے پہلے نہین سمجہا جاتا اسی کا ذکر کیا نیچی نچال لوگونکے انکہونکا آنسو پونچہا ہے لیکن جب
ہمارے مقدمہ مشاتیہ کو دیکہے گا تو مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہوجائیگا

قولہ ثم ینزل عیسی بن مریم مصدقا بمحمد علی ملتہ اماما مہدیا وحکما عدلا۔

اقول مجیب صاحب مسیح علیہ السلام کو آسمان سے اوتارنے اور انکو امام مہدی کے تابع و مقتدی بنانیکی
فکر ہی مین ہے کہ یکایک سچی بات منہ سے نکل پڑی اور اس روایتہ کو نقل کرتے ہیں اور نیز صفحہ ۲۸ مین عیسی
کو ہی امام مہدی قرار دیا ہے ہم بہی آپکی تائید مین ابن ماجہ وحاکم کی روایتہ نقل کردیتے ہین لا مہدی
الا عیسی ابن مریم یعنی مسیح موعود جسکا لقب ابن مریم ہے اسکے سوا کوئی مہدی نہین ہے یعنی ایک ہی
شخص دونون شان کا جامع ہوگا اور تاریخ الخلفا مین بہی امام سیوطی نے بہی اس روایتہ کو نقل کی ہے
اس روایتہ کی صحت مین یہی بس ہے کہ محدثین اسکے رواۃ کی جرح وتعدیل مین ساکت اور امام ابن
کثیر محدث وقت اسکی توثیق وتعدیل مین لب کشا ہین اور ہر دو دعوی کے مدعی مین مسیح و مہدی کے
دونو حلیہ بلا کم وکاست موجود ہین اور نیز خدائے عالم الغیب نے دونو دعوی کی تصدیق مین صدہا
نشانات سماوی وارضی ظاہر فرمائی جو بالاستیعاب تریاق القلوب وغیرہ کتب مین مندرج ہین

اور مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جو علامات مہدی موعود و مسیح موعود کیلئے پیشگوئی فرمائی ہے
وہ سب یکے بعد دیگرے پوری ہوئیں اور ہو رہی ہین جسکے لاکہون انسان شاہد ہین۔ اور جسکا انکار کسیطرح
ممکن نہین پس جس دعوی کی ایسی دو شاہد ہون ایک تو خدای ذوالجلال والاکرام عالم الغیب والشہادۃ
دوسرے اصدق الصادقین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان دو کی تائیدی شہادت مین لاکہون مخلوق
کی چشم دید واقعہ کی شہادت ہے تو اب اس حدیث مین کلام کرنا فی الحقیقت ان دو جلیل الشان
شاہدون کی شہادت سے انکار ہے جو صریح بے ایمانی و ملحدی ہے۔ اور اسپر قرینہ قویہ یہ ایک ہے
کہ حکم عدل مقسط جس طرح عیسی موعود کے علامات حدیثون مین پائے جاتے ہین بعینہٖ وہی
صفات جمیلہ مہدی موعود کیلئے بہی مذکور ہین اور غور طلب امر یہہ بہی ہے کہ ایک ہی وقت مین دو خلیفہ
کی بعثت اس طریق پر کہ ایک دوسرے کا تابع ہو سنت الہی کے صریح خلاف ہے جب ایک کو تابع اور دوسرے کو
متبوع قرار دینا ہی تہا تو ہر دو کو خلیفۃ اللہ علی الارض کے باعزت خطاب سے کیون سرفراز کیا گیا۔ ہان جب
ایک ہی شخص کو دونو صفات کا جامع تسلیم کرین جسکی تصدیق احادیث مذکور بالا و نشانات سماوی اور مخبر صادق
علیہ التحیۃ کی پاک پیشگوئیون کے وقوع سے بداہتہ پائی جاتی ہے تو کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا۔ اہل
تواریخ کو ہمارے اس بیان سے کبہی اختلاف نہوگا کہ مہدویت یا مسیحیت کے مدعی تو بہت گذرے ہین مگر آج
تک کسی ایک نے بہی ان دو نشانون کا دعوی نہین کیا۔ چونکہ وہ لوگ عنداللہ موعود نہ تہے اسلئے ان
دو جلیل القدر نشانون سے بہی دعوی دار نہوسکے قطع نظر انکے صرف ایک دعوی پر بہی کوئی نشان سماوی
اور اسقدر کثرت سے وقوع پیشگوئی انکے صداقت کیلئے وقوع مین نہین آئی۔ آج دیکہو مسیحیت و مہدویت
و مجددیت کے مدعی کی صداقت پر آسمان و زمین دونو شہادت دے رہی ہین۔ رمضان مین کسوف و خسوف
کی پیشگوئی کے وقوع کو دیکہو کہ کس صفائی سے مدعی مہدویت کے صداقت ۱۳۱۱ھ ہجری مین ہندوستان
و پنجاب مین اور ۱۳۱۲ھ ہجری مین امریکہ مین واقع ہوئی۔ اور حدیث ولیترکن القلاص فلا یسعٰی علیہا
کے وقوع پر غور کرو طاعون کا ہونا حج کا روکے جانا دمدار ستارہ کا نکلنا اور ذوالسنین ستارے
کا طلوع اور مہدی کا صاحب القلم ہونا کیا یہ علامات مہدی مین داخل نہ تہے اور کیا اب سب کے
روبرو یہہ پیشگوئیان پوری نہین ہوئین انصاف کی آنکہہ ہو تو دیکہو ؎ آسمان بارد نشان
الوقت می گوید زمین ٭ این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند ٭
قولہ عیسی بن مریم دمشق کی شرقی جانب منارہ سفید کے پاس نزول فرماوینگے۔
اقول۔ ہمکو بہی تسلیم ہے کہ ایسا ہی ہونا تہا اور وقوع بہی ایسا ہی ہوا نقشہ جغرافیہ لیکر دیکہو

کہ قادیان جو ہند و پنجاب مین داخل ہی دمشق کی شرقی جانب پڑتا ہے یا نہین۔

قولہ عنقریب میری امت سے دو مرد عیسٰے بن مریم کا زمانہ پا سکینگے۔ اقول ظاہرا امت سے مراد امت موجودہ زمانہ رسالت آپ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ ورنہ امت حضور سے تو لاکھون مرد زمانہ کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ پائینگے اور قتال لعین دجال مین حاضر ہونگے اس تقریر پر وہ دو لو غیر سیدنا الیاس وسیدنا خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام ہین کہ اتبک زندہ ہین اور اسوقت تک زندہ رہینگے انہی کا نام۔

اقول ایک ہی حضرت ابن مریم کی زندگی کے اقرار پر یہہ مار دہاڑ ہے جس سے ہزارون مخلوق الٰہی نے توبہ کی ہی پھر اپنے ناحق اور دو کے حیات جسمانی کی بھیر کر دی۔ ایسا ہی پردہ دری کیون کروا رہی ہین۔ قرآن کہولو اور عینک لگا کر دیکھو یہہ آیت ان دو حضرات کی جسمانی زندگی پر کیا فتویٰ دیتی ہی۔ وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد یعنی ہم نے تیرے سے پہلے کسی بشر کو زندہ نہین رکہا کسی پہلے کیلئے خلود نہین ہی سب مر چکے ہین جب بالاتفاق فریقین حضرت خضر والیاس علیہما السلام بلفظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی بشر ہین تو عدم خلد و موت مین بھی اتفاق چاہئے ورنہ منحا کی صورت مین قرآنی فیصلہ سے یقیناً انحراف کا الزام آپکے عائد حال ہوگا اور جب بخاری ومسلم کے متفق علیہ سو برس والی حدیث بھی اس آیہ کریمہ کے ہمرکاب ہی تو فرمان نبوی سے اعراض ایک دوسرا جرم والزام ہے۔ ہرگاہ کہ اخبار الٰہی ووعدہ ابدی ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین کی روسے ہم دیکھتے ہین کہ تمام مخلوق الٰہی جسمین انبیائے کرام کا گروہ بھی داخل ہی سب کے سب بلا تغیر احوال اسی زمین پر بود و باش کرتے رہے اور موت کے وقت تک اسی دنیوی غذا سے متمتع ہوتے رہے تو آپ بتلاؤ کہ یہہ دو بزرگوار کس اقلیم مین تشریف فرما ہین اگر پردہ زمین مین انکے وجود کا نشان نہین ہی تو پھر آیات وحدیث مذکور الصدر کی روسے انہین اموات مین کیون اعتقاد نہین کرتے اور کیا اتبک انکے اعضاے رئیسہ اور ہوش و حواس مین اسقدر انقضائے مدت پر بھی جو تخمیناً دو چار ہزار برس سے کم نہین ہی کوئی تغیر و انقلاب وارد نہین ہوا حالانکہ اخبار الٰہی ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون انکے انقلاب حالات ظاہری وباطنی کا سخت متقاضی ہی۔ اگر آپکی باتون کو مان لین۔ یا اس محدث کے قول کو جسپر آپنے زور سے پنجہ مارا ہے تو اس واجب الاذعان فرمان کو کیا کرین۔ خدا سے ڈر کر جواب دو سارے نبیون کے سردار اور تمام راست بازون کے سرتاج محمد عربی صلواۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین نے دو حکم الٰہی کی رد سے اسی زمین پر بود و باش فرمائی اور بچپن وجوانی و بڑہاپا وغیرہ کے تغیرات سے متاثر ہوتے رہے تو وہ کون ہے جو آپ سے بڑہکر ہو جسکی خاطر

خدائی تعالیٰ اپنے وعدہ اور خبر دن مین تخلف کو جایز رکہے ای مجیب خداسے ڈر اور قرآن لفظ شریف و صحیح حدیث متفق علیہ کے بالمقابل آئین شایئن بکو اس منہ سے مت نکال۔ ورنہ یاد رکہہ کہ عوام کی استرقا اور احکام الہی کے اخفائی مین ضرور پکڑا جائیگا سعدی من انچہ شرط بلاغست با تو می گویم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال۔ مجیب کے کمال مین سے ایک یہ بہی ہے کہ وہ تمام انبیائی سابقین کو امتی قرار دیکر تمام کلیات و جزئیات مین خاتم الانبیا کا محض تابع اعتقاد کرتا ہے۔ اور اتنا نہین سمجھتا کہ وہ حضرات اموات و غیر مکلف ہوکر اور فرمان الہی وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کی رو سے متبوع و مقتدی کہلا کر اور قبرون سے نکلکر خاتم الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی ہمارے برابر کیونکر کر سکتے ہین۔ ہم اس بحث کو آیندہ چلکر ذرا زیادہ وضاحت سے بیان کرینگے حضرت مجیب کو اپنے باپ کے بے سروپا بات پر (کہ وہ دوامی خضر والیاس ہین) بڑا ناز تہا اسلئے انکا لقب محقق رکہا ہے یہان انکی تحقیق کی قلعی کہل چکی ہے۔ دیکہنا اب کیا لقب انکے لئے تجویز ہوتی ہے۔

قولہ خوشی و شادمانی ہے اس عیش کیلئے جو بعد نزول عیسی علیہ الصلوۃ والسلام ہوگا آسمان کو اذن ہوگا کہ برسے اور زمین کو حکم ہوگا کہ اوگے یہانتک کہ اگر تو اپنا دانہ پتہر کی چٹان پر ڈالدے تو وہ بہی جم اوٹہے گا اور یہانتک کہ آدمی شیر پر گذریگا اور وہ اوسے نقصان نہ پہنچائیگا اور سانپ پاون رکہدیگا اور وہ اوسے مضرت نہ دیگا۔ نہ آپسمین مال کا لالچ رہیگا نہ حسد نہ کینہ۔

اقول یہہ پیشگوئی مسیح موعود کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بحمد اللہ آج سب کے سامنے پوری ہو چکے ہے اس حدیث مین اشارہ ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ نہایت آسایش و امن کا ہوگا کوئی شریر ظالم طبع کسی پر ظلم کرنے نہ پائیگا باگ بکری ایک گہاٹ سے پانی پینگے یعنی موذی انسان ایذا دہی سے روکا جائیگا۔ دیکہو کہ یہ سلطنت برطانیہ جسمین مسیح موعود نے نزول فرمایا ہے کیسے آرام و چین کا زمانہ ہے۔ اور اگر اس حدیث کو اپنی ظاہر معنی پر پہیرو تو سنت اللہ کے بالکل خلاف ہونیکے سبب مردود ٹہیریگی۔ خداتعالی اپنی قدیم قانون کو کسیکی خاطر ہمیشہ کیلئے بدل نہین سکتا لا تبدیل لسنتنا لسنۃ اللہ و حقائق الاشیا نا کے سچے واقعہ کو شرازی کو مسیح موعود کے زمانہ سے قیامت کے وقوع تک جو ایک ممتد زمانہ ہے منتشر و پراگندہ نہین کر سکتا جب آدم تا خاتم خاص خاص مرسلون کے مبارک دنون مین شیر بکریون اور انسانون کو کہاتے رہے اور سانپون کا زہر برابر اثر کرتا رہا ہے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لخت جگر حضرت حسن و خلیفہ اول سلام اللہ علیہما پر زہر نے اپنا کام کرکے تاثیرات اشیاء و ودیعت الہی کو ثابت کر دیا ہے اور کبہی سخت پتہر کی چٹان پر

لاآتے دیکھ لیا تو مسیح موعود جو بزعم مجیب حضرت عیسیٰ نبی ہیں اور آخر زمانہ میں اُتری ہوکر آسمان سے اتریں گے کیونکر انکے زمانہ میں ایسی بیہودگی واقعات کے خلاف امید ہو سکتے ہیں اور جبتک جناب مسیح ابن مریم دنیا میں رہے تو کبھی ایکسال بلکہ یکماہ تک بھی ایسے نمونے نمودار نہیں ہوئے اور یہ قرآنی آیت بھی اس دعویٰ کی مخالف ہے فمثلہ کمثل صفوانٍ علیہ ترابٌ فاصابہ وابلٌ فترکہ صلدًا الآیۃ خلاصہ آیۃ یہ ہے کہ جس سخت پتھر پر مٹی ہو تو کسی درخت کے اُگنے اور اوس سے بارور ہونیکی امید ایک خیالی فعل اور عبث کارہے ہم تو اپنے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ من اللہ الودود کے مدح میں ایسا اظہار نہیں کرنا چاہتے کہ جس قرآنی وحدیثی وسنت اللہ وسنت انبیاء کے حلوں کی زد پڑے۔ دنیا حرص وحسد وکینہ کا استیصال بہون کے سینہ سے محال عقل ونقل ہے ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں بھی یہود ونصاریٰ میں بغض وعداوت رہیگی اور قیامت کا قیام شریر انسانوں پر ہوگا تو پھر ان خبیث لوگوں کے وجود کے ساتھ کینہ وعداوت وحسد کا ارتفاع قطعاً محال ہے کیونکہ انسان اپنی فعلوں کی ارتکاب کے سبب شریر کہلاتا ہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود کے خاص مریدوں میں یہہ ناپاک قلبی امراض کو جگہہ نہ ملیگی بحمداللہ ہم بچشم خود دیکھہ رہے ہیں کہ جیسی محبت واخوت وسچی ہمدردی اس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ہے بخدا دوسری اقوام ودیگر سلاسل میں شاذ ونادر پائی جاتی ہیں۔

قولہ انمیں کا مرد (ای یاجوج ماجوج) نہیں مرتا جبتک خاص اپنی نطفے سے ہزار شخص نہ دیکھہ لے۔

اقول۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہہ دعویٰ کسقدر دور از عقل وکسقدر مشاہدہ کے خلاف ہے اور کہانتک قرآن کی فرمان کے برعکس ہے ہمنے تسلیم کیا کہ ایک مرد وایک عورت کو بارہویں سال سے اولاد شروع ہوئی اور ہر ایک سال میں ایک بطن سے بجا ایک لڑکے کی چار چار بچے نکلنے لگے تو سو برس میں تین سو باون بچے ہونگے اگرچہ چہہ مہینے میں چار چار جننے لگیں تو سات سو باون ہوئے پھر بھی ہزار کی تعداد پوری نہیں ہوئی اور اگر ہر ایک مرد کی دس دس عورتیں ہوں اور لگاتار ہر سال ایک ایک بچہ جننے لگیں تو بھی تعداد مذکور کی تکمیل میں کچھہ کسر باقی رہ جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئًا ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون ان دو آیتوں کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ بعض انسان بڑہاپے کے آنیکے پہلے ہی مرجاتے ہیں اور بعض لوگ ارذل عمر کو پہونچکر بالکل انجان وبے سمجھہ اور بچے بن جاتے ہیں کیا یاجوج ماجوج کے چار لاکھہ گروہ (جو مجیب کے عبارت بالا میں موجود ہے) میں سے ایک مرد پر بھی ومنکم من یتوفی کا اثر نہ پڑیگا اور وہ ضرور ہزار شخص اپنے نطفے سے دیکھکر ہی مریگا حسب قانون الٰہی ارذل عمر تو ضرور آئیگی اور

ہر اعضا مین فتور بھی ضرور پڑیگا مگر بزعم مجیب زن و شوہر کے شہوانی مادہ اور انکے رجلیت و شہوت مین کوئی فرق نہ پڑیگا تب ہی تو بزاز شخص کے باپ مان ٹہرینگے ایسی ظاہر پرست حقائق الٰہیہ و معارف قرآنیہ سے بے نصیب علما خدا تمہارے حال پر رحم کرے تمہین نے ایسی ایسی بیہودہ بے سر و پا باتین لکھکر اسلام کو بدنام کیا اور غیر اقوام کو اچھی خاصے لاحل اعتراض کرنیکا موقع دیا ہے۔ المرا یو خذ باقرارہ۔

قولہ کیونکر ہلاک ہو وہ امت جسکی ابتدا مین مین ہون اور انتہا مین عیسی بن مریم اور بیچ مین میرے اہل بیت سے مہدی۔

اقول مولوی حامد رضا صاحب نے جس عبارت کو برسون کی جان فشانی و عرق ریزی سے قایم کی تہی اور عیسی و مہدی کو دو شخص بزعم فاسد قرار دیا تہا آہ آج اپنے ہاتہون سے اسے گرا دی۔ اور صاف لفظون مین اقرار کر دیا کہ مسیح کا زمانہ آخر ہے اور مہدی کا درمیانی جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ یہ دو کسیطرح ایک زمانہ مین جمع ہو نہین سکتے۔ شاید مولوی صاحب یہ فرما دین کہ اگرچہ مہدی مسیح موعود کے نزول کے وقت مر چکے ہونگے مگر خدا تعالی انکو زندہ کرکے حضرت مسیح کا سپہ سالار بنائیگا۔ ہم امید رکھتے ہین کہ مہربانی فرما کر اس مہدی کا مدفن کا نام و نشان بتلا دین تاکہ ہم بہی انکی زیارت سے مشرف ہوئین الحاصل آپ نے یہان اقرار صاف کر لیا ہے کہ دونوکا اجتماع غیر ممکن ہے۔ اور یہی مدعا تہا۔

قولہ منا الذی یصلی عیسی بن مریم خلفہ میرے اہل بیت مین وہ شخص ہے جسکے پیچہے عیسی بن مریم نماز پڑہین گے۔

اقول ابہی آپنے دو تین سطر کے پہلے یہ کہا تہا کہ ایک زمانہ مین مسیح ہونگے اور ایک زمانہ مین مہدی مگر ہمارے مجیب صاحب ہی اپنے دہن کے سچے ہین۔ دیکہو پہر یہان دونون کو ہمعصر بنا دیا اور اس حدیث سے مہدی کے وجود کا ثبوت دیا ہے جسکے پیچہے حضرت عیسی نبی اللہ نماز پڑہینگے۔ لیکن میرے نزدیک اس حدیث کا صحیح معنی یہ ہے کہ مسیح موعود جسکے پیچہے نماز پڑہین وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے گنا جائیگا اور مجیب کے ظاہر ترجمہ سے یہی معلوم ہوتا ہے مگر در باطن اسکی کچہہ اور غرض ہے کیا ہی خوش نصیب ہے وہ انسان کہ جسکو امام وقت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنا امام پنج وقتہ جمعہ بنا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مین شمولیت کا شرف بخشا ہو تم جانتے ہو کہ وہ کون صاحب ذی قسمت ہین وہ جناب مولوی عبد الکریم صاحب خوش الحان عارف و امین اور امام عیدین حضرت حکیم الامتہ مولوی حافظ حاجی نور الدین صاحب ہین جنکے علم و کمال و ہمہ دانی کا ایک عالم قائل ہے اس حدیث مین صاف اشارہ ہے کہ مسیح موعود کا نزول درحقیقت بروزی رنگ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نزول ہے۔ اسی لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مسیح موعود کی امام نماز کو اپنی اہل بیت مین شمار کیا ہے اور مسیح موعود کو اپنی نفس نفیس کا قایم مقام ٹھہرایا ہے
قولہ حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے کہ مین حضور کے پہلو مین دفن کی
جاؤن فرمایا بھلا اسکی اجازت مین کیونکر دون وہان تو صرف میری قبر کی جگہہ ہے اور ابوبکر وعمر و عیسے
بن مریم کی علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

اقول یہہ روایتہ صحیح بخاری وغیرہ صحاح کی روایات سے متعارض ہے انمین لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے
مرض الموت مین اپنے بیٹے عبداللہ کو ام المومنین عائشہ کے پاس بھیجکر بعد سلام کہلوایا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو مین
ہمین رسول خدا کے پہلو مین دفن کیا جاؤن حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ مین نے تو اپنے لئے اس جای کو پسند کیا تھا
جب آپ درخواست کرتے ہین تو مین اپنی پر آپکو پسند کرتی ہون اور ترجیح دیتی ہون اگر یہ روایتہ اور یہ بات صحیح
ہوتی تو نہ حضرت عمر کو اجازت والتماس کی حاجت پڑتی بلکہ یاددہی بس تھی اور نہ ام المومنین کی یہ شان
ہے کہ صاف جواب ملنے پر بھی وہان دفن کا ارادہ مصمم کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف
بنتین غرض آپکی یہ روایتہ اعتبار کے قابل نہین ہے اور نہ ایسی قوت رکھتی ہے کہ بخاری شریف جیسی معتبر کتابون
سے ہم پلہ ہوسکے۔ رہا مسیح موعود کا وہان دفن۔ نہین معلوم کہ یہہ روایات اپنی ظاہر معنی پر پوری ہوتے
ہین یا اپنے اندر کوئی استعارہ وتاویل رکھتی ہین کیونکہ یہہ پیشگوئی ہے والعلم عنداللہ۔

قولہ عیسے بن مریم اترینگے نمازین پڑھینگے جمعے قایم کرینگے۔

اقول جمعہ تو اب بھی قایم ہین شاید انکی وقت مین بند ہوگیا ہوگا۔ ہمین حیرت ہے کہ نزول کی وقت جب
کروڑہا مسلمان موجود ہونگی تو جمعہ کے بند ہوجانیکا گمان تو وہم ہی توہم ہے لیکن ہمارے نزدیک تصلی الصلوٰۃ
لیجمع الجمیع کا یہہ ترجمہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کئی نمازون کو جمع کرکے پڑے گا اور جماعت کو اکٹھا کریگا کیونکہ
دوسری ایک مشہور روایتہ مین وتجمع لہ الصلوٰۃ آیا ہے یعنی مسیح کی خاطر نماز جمع کی جائیگی دین کی ایسی اشد
ضرورت کامون مین مشغول ہوگا کہ بلا مرض وسفر بھی اسوقت اسکے لئے نماز کی جمع جایز ہوجائیگی اور یہہ
اسکی فضیلت وخصوصیت مین داخل ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اعجاز مسیح تفسیر سورہ فاتحہ کی
تحریر فرمائی وقت ظہر وعصر کو جمع کرتے تھے اور ایسا ہی مغرب وعشا مین اور اسی زمانہ مین یہہ عاجز بھی اپنی
چند رفقا کے ساتھہ تجدید بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

قولہ قیامت قایم نہوگی یہانتک کہ عیسی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کوہ رفیق کی چوٹی پر نزول نہ فرماوین

اقول محبت کے ہوش وحواس ٹھکانے نہین ہین کہین تو اپنی خیالی مسیح کو منارہ دمشقی پر اوتارتے ہین
اور کہین بیت المقدس کے پاس اور کہین مسلمانون کی جماعت مین اور کہین کوہ افیق پر نہین

نہین معلوم ایک انسان آسمان سے اترتے ہوئے ایک ہی آن مین اتنے مختلف مقامون پر کیونکر اتر سکتا ہے
ع بشد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا۔ مجیب کو اسکا جواب اسکے مذاق کی رو سے بہت آسان ہے
کہ خدا تعالی مین قدرت ہے کہ ان مختلف مقامون کو کہینچ تان کر سب کو ایک جگہہ کر دے جس سے یہہ روایات
بہ تمامہا صحیح ہو جائین۔ مگر چونکہ اسکے پہلے موت مسیح و نزول مسیح و رفع مسیح علیہ السلام کا ذکر بصراحت آچکا ہے اسلئے
اب اس جواب کے ملنے کی چندان امید نہین ہے۔ غیرت مند سمجھہ دار انسان ہین۔
قولہ سر دست بقصد استیعاب تینتالیس حدیثین ہین جنمین ایک ہل حدیث پوری حضور پر نور سید المرسلین
صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
اقول ناظرین غور فرماوین کہ مجیب نے جس آیۃ کو قطعیۃ الدلالت و صریحۃ الدلالت کہکر حیات مسیح بن مریم ثابت
کرنے چاہا تہا اس مین اسقدر دیگر احتمالات پیدا ہو گئے کہ جس سے استدلال باطل ٹہیرا اور نیز مجیب کے ترجمہ مین جو جو
قباحتین پیش آئی ہین انکا مختصر ذکر بہی کیا گیا اور حدیث کی طرف توجہ کی تو بلا قصد استیعاب (۴۳) احادیث
اندہادہند نقل کر ڈالین جنکا مختصر جواب پیش خدمت ہو چکا ہے۔ مردہ کر دو بارہ دنیا مین آنیکو جائز رکہا تہا اور
یہ انکا آخری حیلہ تہا اس باب مین ہماری طرف سے جو مبسوط و مدلل تحریر پیش ہوئی ہے اسکا بہی موازنہ فرماوین
اس مولوی کو نہ قرآنی تعارض کا ڈر نہ احادیث کی تخالف کی پروا اقوال جمع کرکے عوام کے سامنے رکہہ دینا انکا
کام ہے۔ اور بس۔
قولہ۔ قولہ تعالی انہ لعلم للساعۃ بیشک مریم کا بیٹا علم ہے قیامت کا یعنی انکو نزول سے معلوم ہو جاویگا
کہ قیامت اب آئی۔
اقول جاننا چاہیے کہ مشہور قرارت جو تمام قرآن شریف مین درج اور متلو ہے وہ لعلم بکسر عین ہے اور بفتح
عین و لام ایک قرارت شاذہ ہے۔ پس نہین کیا ضرورت ہے کہ قرارت متواترہ کو چہوڑ کر ادہر ادہر بہٹکتے پہرین۔
ناظرین انصاف کرین کہ مجیب نے اس آیۃ کریمہ مین کہان سے نزول کا معنی پیدا کیا۔ یہہ تحریف معنوی اسکے
حق مین کیونکر جائز ہوگی کسی ذی علم پر مخفی نہین ہے کہ مصدر کبہی اسم فاعل کی معنی مین آتا ہے اور کبہی اسم مفعول
کے۔ اسم فاعل کی صورت مین یہہ ترجمہ ہوگا کہ مسیح بن مریم قیامت کے عالم ہین یعنی انکو احوال قیامت و حشر و
نشر کا علم حاصل ہے اس سے نزول و حیات کسطرح سمجہا گیا اور اسم مفعول ماننے کی صورت مین یہہ ترجمہ ہوگا
کہ ابن مریم قیامت کیلئے معلوم ہین۔ محض غلط ہے جس پر حیات و نزول کا اعتقاد دینا فاسد
علی الفاسد ہے اور اگر مبالغہ کہین کہ ابن مسیح قیامت کیلئے علم ہین یعنی اسکے بڑے عالم ہین تو بہی مضائقہ نہین
اس ترجمہ سے بہی مدعا مجیب حاصل نہین ہوتا۔ اور اگر قرارت شاذہ کو بہی اختیار کرین تو بہی کس طرح

حیات جسمانی مسیح علیہ السلام ثابت نہین ہوتی اسوقت یہ ترجمہ ہوگا کہ یہ مسیح ابن مریم قیامت کے ایک نشان ہین پس
تم قیامت کے آنے مین شک مت کرو یعنی انکے بن باپ کے پیدائش دلیل اسبات کی ہے کہ خدائے تعالی قیامت مین اسی
طرح مردونکو زندہ کریگا اور نیز اسی سے بغیر ظاہری اسباب کے وجود مین لائیگا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ
مین ایک صدوقی قوم قیامت کے وجود کی منکر ہوگئی تھی اسلئے خداوند تعالی حضرت مسیح کو بے باپ پیدا کرکے
یہہ ثابت کیا کہ اسی طرح بلا رعایت اسباب کے سب مردون کو حساب لینے کے لئے پیدا کردینگے یہ اسکا نمونہ ہے
اس سے بہی حیات کا ثبوت نہین ملتا۔ نزول کا پتہ نہین لگتا اور یہہ خیال کرنا کہ خدائیتعالی حضرت مسیح کے
زمانہ کے یہود کو فرمایا کہ یہ مسیح قیامت کے قریب پہر آئیگا اسلئے کہ نشان قیامت ہے۔ سراسر لغو اور لوچ دلیل ہے
اسواسطے کہ اسوقت کے یہود کو کیا فائدہ۔ جب انکے وسوسہ کا کوئی علاج نہوا اور وہ دنیا سے قیامت کے انکاری ہوکر
گذر گئے جو دلیل و نشان بعد مرگ مخالف پیش ہو تو بہلا ایسے نشان سے میت کو کیا نفع۔ اور یہہ طرفہ ہے
کہ انہ لعلم للساعۃ کی متصل فلا تمترن بہا وارد ہے۔ جسکا یہہ معنی ہوا کہ اے یہود صدوقی تم قیامت کے آنیمین
مت شک کرو اسلئے کہ یہہ مسیح آخر زمانہ مین قیامت کے قریب نشان قیامت ہوکر آئیگا۔ کیا اس سے یہہ دیون کی تشفی
ہوسکتی ہے اور اس بیان سے یہودیون کو موقع اعتراض نہین ملتا کہ دلیل و علامت کے پہلے کیونکر ہم وجود قیامت پر
ایمان لاتے ہین۔ مین جانتا ہون جسنے یہہ استدلال کیا ہو اسپر سراسر عجب ہنسائی ہوئی۔ نشان و دلائل کے پہلے شک کیونکر
دور ہوسکتا ہے کیا اتمام حجت کے بہی یہ طریقے ہوتے ہین کہ تم ہماری بات پر یقین کرلو اسکی دلیل و نشان تمہارے مرنیکے
بعد ظاہر کردینگے ہذا لعمو شیعۃ ۲ ہم پہر مکرر کہتے ہین کہ یہہ ترجمہ اوراسپر یہہ فساد و قباحت لفظ لعلم کو بفتح
عین ولام پڑہنے پر وارد ہوتے ہین جو داخل قرآن نہین ہے ایک قرات شاذہ ہے جسکا رتبہ خبر احاد سے کچہہ بہی
بڑہکر نہین۔ اسکی طرف توجہ کو مبذول کرنا دانش مندی کی خلاف ہے اور طرفہ یہ ہے کہ توجہ سے بہی کوئی
عمدہ نتیجہ نہیں نکلتا کما مر۔ یہہ تمام لغزشین و الجاءات جو گذرے اس صورت مین ہین کہ انہ کی ضمیر کو ابن مریم کی
طرف لوٹائی جائے ورنہ بقول صحیح اس ضمیر کا مرجع قرآن ہے جسکا ذکر اسکی پہلے متعدد مقام پر آیا ہے۔ اب
ترجمہ یہہ ہوگا کہ قرآن قیامت کا بڑا عالم ہے اسمین شک نہین کہ قرآن مجید نے حشر اجساد کی مسئلہ کو بڑے بڑے
زبردست دلائل پیش کرکے ایک نظری شئی کو بداہت کے رنگ مین دکہلایا ہے اور منکرون کو بہت سے نظایر
پیدا بتلا کر حشر اجساد و بعثت بعد الموت کا اقبال لیا ہے۔ پس حق تو یہہ ہے کہ جس ترجمہ مین کوئی
قباحت عارض نہو اور سیاق عبارت بہی اسکا موید ہو تو اسکا اختیار قرین انصاف ہے
اور اگر بطور تنزل پہلی ترجمہ کو جسمین بڑی بڑی اعتراض وارد ہوتے ہین بہی تسلیم کرلین تاہم مخالف و
ہمعیت کا مدعا پورا ہوتے نظر نہین آتا۔ کیونکہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

مشہور اصولی مسئلہ اسکا حائل ہے۔ اور ہم اصول ترجیح پر غور کرتے ہین تو کوئی ایک ادہر آیتہ بہی ایسی
ترجیح کی ہمین نظر نہین آتی بلکہ اسکے مخالف اسکیلئے صدہا قرآنی و حدیثی دلائل ہر گوشہ اور ہر ایک مین نگاہ سے
اسکے قلع قمع کیواسطے مستعد کہڑے ہین اور حضرت مسیح بن مریم کی احیات او اسکی نزول و رفع کے باطل
خیالات کو جڑسے اوکہاڑ رہے ہین جنکا ذکر پہلے گذرا اور کچہہ آیندہ آنیوالا ہے۔ مولوی محمد بشیر صاحب بہوپالی بہی
ایک نظر اس بحث پر ڈالین کیونکہ انہون نے اپنے رسالہ الحق الصریح مین نزول مسیح کا ثبوت اس آیتہ سے
دیاہے اور بہت جانا بہی کیاہے اور یہی صاحب اسی رسالہ مین بخاری شریف کی اس روایت (فاقول کما
قال العبد الصالح الخ) مین بڑا ہی دہوکا دیاہے اور اپنے ذہن رسا در بزعم خود حق بجانب
خود سمجہکر حمد الہی و شکر الہی بجالائے ہین تاکہ سامعین کو اسکی حقیقت پر پورا الیقین ہوجائے۔ مگر یاد رہے کہ یہہ انکی خوش
فہمی سراسر ابلہ فریبی ہے کیا کرین یہہ رسالہ مختصر ہے اور ہمارا تخاطب اسوقت اور سے ہے ورنہ بحولہ تعالی ہم
انکی ایسی خبر لیتے اور انہی کی مسلک پر ایسا الزام دیتے کہ مولوی صاحب کی ساری شیخی کرکری ہوجاتی اور
حق تو یہہ ہے کہ ان مولویون کو امام آخر الزمان کے دلائل کے بالمقابل سوائے ابلہ فریبی اور چال بازی کے اور کچہہ
بن نہین پڑتا۔ اس باب مین میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ امرتسری کا نمبر سب سے بڑہا ہوا ہے یاد ہے کہ یہ جملہ
تراحم الساعۃ کو قیامت کے معنی مین تسلیم کرنیکے بعد ہے اور اگر ساعت سے ایک عظیم الشان امر مراد ہو جسکی تائید بہت
سی قرآنی آیتون سے ملتی ہے تو اسوقت بالکل مطلع صاف ہے۔ ہمین اچہی طرح یاد ہے کہ حضرت امام آخر الزمان
نے سیر کرتے ہوئے ایک سائل کے جواب مین اس آیتہ کی عجب تفسیر فرمائی جسپر حاضرین نے متفق ہوکر کہا
کہ آجتک ہمنے اس نازک توجیہہ کو اسوقت کے سوا کبہی آپ سے نہین سنی غرض مین نے اسکو اپنی نوٹ
بک مین لکہہ لیا اور میرے محب مکرم مرزا خدابخش صاحب نے اپنے کتاب عسل مصفے امین درج کیا جسے
منظور ہو اس کتاب مطبوعہ مین دیکہہ سکتا ہے۔

قولہ مسئلہ ثالثہ سیدنا روح اللہ صلوات اللہ تعالے وسلامہ علیہ کی حیات مین کہنا ہو اسکے
دو معنی ہین کہ ایک یہہ کہ اب وہ زندہ ہین جسمین خلاف نکریگا مگر گمراہ کہ اہل سنت کے نزدیک تمام انبیاء کرام
علیہم الصلوۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہین انکی موت صرف تصدیق وعدہ الیہ کیلئے ایک آن کو
ہوئی تہی پہر ہمیشہ حیات حقیقی ابدی ہے۔

اقول اے حضرت مجیب حیات حقیقی سے آپکی کیا مراد ہے اگر بعد مرگ تمام بشری و جسمی تعلقات سے تعلق
ہوکر قربت الٰہی کے مقام مین دوامًا رہنا مراد ہے تو ہم بہی آپ کی رائے کے ساتھہ متفق ہین اور اگر حقیقی حیات
سے آپکی یہہ مراد ہو کہ جسطرح دنیا مین کہاتے پیتے تہے اور ہدایت خلق کرتے تہے اور دینی و دنیوی امور

کو انجام دیتے تھے اسی طرح بعد موت اب بھی وہی حالت ہے تو اس رائے مین آپ منفرد ہین آیات قرآنی اسکے خلاف
شیاروزی مشاہدہ اسکے خلاف جب تمام انبیائے کرام کے ساتھ آپ حضرت مسیح کی موت کے قائل ہوئے تو اب میری
گذارش یہہ ہے کہ جسطرح تمام مرسلین کے اجساد مبارک بعد مرگ اسی زمین مین دفن ہوئے اسیطرح جناب مسیح ابن مریم
کا جسد شریف مرنیکے بعد زیر زمین کیا گیا یا نہین - بصورت اولی نزول مسیح من السما بجسد العنصری باطل ٹھہرا کیونکہ
روح پر فتوح تو ارانی جسم لیکر اعلی علیین و جنت نعیم کو سدہارے اور یہہ جسم خاکی یہین کا یہین رہ گیا - اس بہر وح
جسم کی پرواز آسمان تو درکنار ایک بالشت بہر ممکن نہین اور اگر ممکن ہے تو جملہ انبیائے کرام کیلئے بہی ممکن ہونا چاہئے تہا
اور یہہ آپکے نزدیک بہی غیر جائز ہے - پس حضرت مسیح کے جسد بلا روح جو زیر زمین دفن ہوا - اسکے پرواز کی خصوصیت
کس بات سے ہے - اور یون تو جسم مع الروح کا عروج بہی محال عقل کے خلاف و قانون قدرت کے خلاف مشاہدہ کے خلاف
اور آیات قرآنی و فرمان الہی کے خلاف ہے بصورت ثانیہ اگر دفن نہین کیا گیا تو پہر کیا ہوا آپ تو یہہ کہنے والے ہی
ہین کہ وہ پہر زندہ ہوکر آسمان پر چڑہ گئے مین پوچھتا ہون کہ اس جسد مین کونسی روح ڈالی گئی اگر کہو کہ روح
سابق عود کر گئی تو یہہ سوال ہوگا کہ پہر مردہ کرنے اور جسد کو بے روح بنانے کی کیا ضرورت تہی جس سے دو موت کا استحالہ
لازم آتا ہے اور حق تو یہہ ہے کہ اس آیۂ کریمہ (پ ۲۱ یایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی
فی عبادی وادخلی جنتی) کی روسے خروج کے بعد پہر روح کا جسد کی طرف عود کرنا اور دنیا مین رہنا
سہنا یا آسمان کی طرف مع الجسد اوڑ جانا محال ہے - ترجمہ آیۂ یہہ ہے ای روح آرام بحق یافتہ اپنے رب کی
طرف لوٹ وہ تجہسے راضی اور تو اس سے راضی اور میرے بندون مین شامل ہو اور میری جنت و آرام کے
مقام مین جا داخل ہو اگر کہو کہ دوسری روح اسمین نفخ کی گئی تو ہم پوچھتے ہین کہ اس سے تناسخ کا جواز پیدا
ہوا یا نہین - اور پہر ہم پوچھتے ہین کہ کسکی روح ایسی جسد کے لائق ہے اسکے لئے پیغمبرونکی ارواح مین سے ایک
روح کی اشد ضرورت ہے - ابہی معلوم ہو چکا ہے - کہ ایسی مطہر ارواح قرب الہی و جنت خلد مین جہان سے آتی
تہین وہین جا رہتی ہین جسپر رجوع کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے - اس آیۂ مذکورہ سے بداہتہ ثابت ہوا
کہ مرتے ہی روح مرد کامل جنت مین داخل ہو جاتی ہے اور آیت وما ہم منہا بمخرجین اور ہم فیہا
خالدون کا فیصلہ ناطق ہے کہ وہ پہر کبہی اس سے باہر نہین کئے جاتے پس جب بقول شما ایک آن کیلئے انکی موت
ثابت ہوئی اور مرتے ہی داخل جنت ہوئے تو پہر کیونکر وہان سے نکلکر دنیا مین آسکتے ہین اسلئے کہ جنت سے خروج
قرآنی فیصلہ کی روسے قطعاً نا جائز ہے کما مر و ہو المدعا
قولہ دوسرے یہہ کہ اب تک ان پر موت طاری نہین ہوئی زندہ ہی آسمان پر اوٹہا لئے گئے اور بعد نزول
دنیا مین سالہا سال تشریف رکہکر بعد اتمام نصرت اسلام وفات پاوینگے الخ -

اقول بحث آیت وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ اور نزول کے احادیث سے تمسک کرکے قبل موت رفع الی السماء و نزول من السماء کا اعتقاد جمایا ہے جسکا جواب تفصیلی اپنے اپنے مقام پر گذر چکا ہے بار بار اعادہ کی حاجت نہیں ناظرین چند ورق الٹکر ملاحظہ فرماوین اور مقدمہ ثانیہ و ثالثہ کا بھی مطالعہ ہو جسمین بحث نزول و بحث صعود بصراحت مذکور ہے۔

قولہ یہی تفسیر بسند صحیح دیگر صحابی جلیل الشان ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے مروی ہے جنسے صحیح بخاری مین قبل موت منقول ہونیکا مخالف نے ادعا کیا تھا الخ۔

اقول بحث صحیح بخاری سائل کو یہان دہوکا ہوا ارشاد الساری بخاری کی شرح سے ایک قول ابن جریر نقل کردی ہے۔ ای مولوی صاحب کہان اصح الکتب بخاری جسکا رتبہ کتاب اللہ کے بعد ہے اور کہان ارشاد الساری اور کہان تفسیر ابن جریر۔ آپکو شرم نہین آئی کہ ایسے جلیل القدر کتاب کے سامنے جسکی صحت پر ایک عالم کا اتفاق ہے تفسیر ابن جریر کو جو ایک رطب و یابس روایات کا مجموعہ ہے پیش کرتے ہین جب صحیح بخاری کی ساتھ صحیح مسلم ہم سنگ نہین ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی وغیرہ کتب احادیث ہم پلہ نہین تو یہ کس شمار مین ہے اور حال یہ ہے کہ امام بخاری نے ابن عباس رض کے قول ممیتک کو مستحکم کرنیکے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کو پیش کیا ہے جس سے موت ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم بصراحت ثابت ہے۔ کیا آپ اور آپکے ہمخیال ابن جریر کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد پر ترجیح دیسکتے ہین حاشا وکلا اسکے علاوہ متعدد آیات قرآنی جنمین صراحتہً واشارۃً وفات مسیح کا بیان ہے جنکو ہم اسکے پہلے ذکر کر آئے ہین اور انشاء اللہ آئندہ آگے چلکر خاتمہ مین بھی ذکر کرینگے امام بخاری کی روایات کی پشت پناہ ہین کوئی ہے کہ ایسے حصین حصین کے پناہ گزینون کے ساتھ قوت آزمائی کرسکے کیا ممکن ہے کہ کوئی ان فولادی پنجون مین اپنا چوبی پنجہ ڈالکر بازی جیت جائے۔

قولہ انی متوفیک قابضک دافعک الی من الدنیا من غیر موت۔

اقول مولوی صاحب نے ناحق دردسری کرکے اس تفسیر کو اثبات مدعا کیلئے پیش کیا ہے جس سے ہمارا ہی مدعا نکلتا ہے اسلئے کہ قبض موت کے معنی مین آیا کرتا ہے بشرطیکہ ذو العقول مین مستعمل ہو الفاظ ذیل پر غور کرو ما قبض اللہ تعالی نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ۔ رواہ الترمذی۔ ما مات نبی الا دفن حیث یقبض۔ رواہ ابن ماجہ۔ ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ فلا یبقی علی وجہ الارض احد فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر ا

والایمان الا قبضہ حتی لو ان احدکم دخل فی کبد جبل لدخلتہ علیہ حتی تقبضہ
رواہ مسلم۔ حضرت عمر فاروق کی دعا جب حج سے لوٹے ہین یا اللہ مین کمزور ہوگیا اور کبر سنی کو پہونچا
میری رعایا زمین پر پہیل گئی ہی فاقبضنی الیک دیکہو موطا مالک وغیرہ اور امام بخاری کی دعا اللہم
قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک مشہور اور زبان زد خلایق ہی۔ ان مقامون
مین قبض موت ہی کی معنی مین آیا ہی۔ عن ابن مسعود قال لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر الحدیث رواہ النسائی وابو یعلی و
الحاکم یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض کیے گئے یعنی جب وفات پائی تو انصار نے کہا
کہ ایک امیر ہماری طرف سے مقرر کیا جائے اور ای مہاجرین ایک امیر تمہاری طرف سے ان نظایر کے
قطع نظر یہہ لفظ توفی محاورہ کی رو سے سوائے قبض روح کے تام ہو یا ناقص جیسے موت و نیند مین دوسرے
معنی کیلئے ہرگز مستعمل نہین ہوا اور یہہ لفظ بیس مقام سے زاید کلام پاک مین خدا نے ترلی قبض روح کے
معنی مین استعمال کیا ہی جسکا جی چاہی قرآنی اصطلاح کو اپنی ناقص رائے کے خلاف پاکر بدل دے مگر ہم
تو اسکی تفسیر اور اسکی اصطلاح کی دامن سے اپنے اعتقاد اور اپنے دل کو بطیب خاطر وابستہ رکہین گے
ہمین ان محاورات قرآنی اصطلاح قرآنی کی منحرفون سے گمان غالب ہے کہ لغت کی پیروی کرکے آج
نہین تو کل ضرور صوم وصلوٰۃ کو محاورہ کتاب الہی کی خلاف معنی لیکر اپنے دل کو خوش کرینگے اور لغت
والی کا ثبوت دینگے۔ اسلیے کہ ہم نے اسی ایک لفظ توفی مین انکی ایمانداری اور خشیۃ اللہ کا نمونہ دیکہ
لیا ہی۔ لغات عرب مین صوم معنی گوبر شتر مرغ کی لکہا ہی اور آتش پرست ونصاری کی گہرجا کو بہی کہتے ہین
اب ہماری مخالف بہائی جو اصطلاح قرآنی کی مخالف ہین آیۃ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام
کے اس ترجمہ کو بہی پسند کرینگے۔ کہ ای ایمان والو تمپر شتر مرغ کی گوبر کا استعمال واجب کیا گیا ہی اور گرجا
مین جانا لازم کیا گیا ہی۔ اور صیام کسی درخت کے سایہ مین آنا اور چپ رہنا۔ اور ہوا کا ٹہہرنا۔ اور دو
پہر دن کا ہونا بہی لغت مین پایا جاتا ہی۔ اور ایک بدصورت درخت کا نام بہی ہی۔ اور صلوۃ بہی
حنا بیدن سرین و بریان نمودن چیزے بر تابہ بہی آیا ہی۔ اب رہی بحث رافعک الی یہہ حواشی
زاید مین آپ بحث مقدمۂ ثالثۂ رفع پر ایک نظر ڈالئے جس سے اس حاشیہ زائدہ کی قلعی بخوبی کہل جائیگی
مرفوع الی اللہ سے مراد سوائے تقرب کے اور معنی لینا کمال احمق و الٰہی ہی۔ جب ہماری دلائل
بالا سے توفی بمعنی موت ثابت ہوا تو اب ظاہر ہے کہ جس چیز کو قبض کیا ہی اسی کا رفع ہوگا نہ یہہ کہ
موت کے ذریعہ روح کو تو قبض کریں اور جسم کو آسمان پر لیجا وین کیا عند الموت روح کا رفع ہوتا

ہے یا جسم کا متفکر۔

قولہ تفسیر میں وتفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے انہ رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذالک بعد نزولہ الی الارض وحکمہ بشریعۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ آسمان پر اوٹھائے گئے اور اسکے بعد زمین پر اوتر کر شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حکم کر کے وفات پائینگے۔

اقول ای حضرت مجیب خدا آپکے حال پر رحم کرے یہ کیا ظلم ہے۔ پہلے توفی کے ظاہر اور اصطلاحی قرآن کے معنی مین تحریف معنوی کی جب اس سے اطمینان قلب نہوا تو تقدیم و تاخیر کر کے تحریف لفظی کا نمونہ دکھلایا اور افصح الکتب وابلغ النظام کلام مین اصلاح عبارت و تقدیم و تاخیر کر کے مصحح کلام ربانی بن بیٹھے۔ تقدیم و تاخیر سے بہی یہ مطلب نہ نکلا اور رفع کے ساتھ ہی موت آن کہڑی ہونیکا ڈر کا پیدا ہوا تو بجائے واؤ کے حرف ثم کا لگا دیا جس سے تراخی کا معنی ثابت ہوجائے اور اسقدر زمانہ ممتد ہوجائے کہ حضرت مسیح دو ہزار برس سے زائد آسمان پر خدائی صفات مین حصہ یاب ہوکر پہر زمین پر تشریف لاکر چالیس برس کے بعد وفات پائین رفع الی السماء نہ قرآن مین ہے اور نہ کسی صحیح حدیث متصل مرفوع مین۔ پہر یہ کیا اندہیر ہے کہ ناقل و منقول عنہ سب اسی پر زور دیرہے ہین۔ قرآن مسیح کی موت کو مختلف پیرایہ مین سمجہاتا ہے حدیث جداگانہ طرز سے مسیح کی موت کی خبر دیتی ہے دیکہو طبرانی و بخاری ماثبت بالسنۃ وغیرہ اور معراج کی حدیث جو صحاح ستہ مین موجود ہے وہ تو حضرت مسیح کو حلقہ موتی مین شامل کرتی ہے۔ حضرت یحیی نبی کے ساتھ جناب مسیح بن مریم کی نشست و برخاست اور قیام اسکے بغیر نہین کہ دونو حضرات ایک ہی رنگ مین رنگین ہین۔ بعد مرگ دونوکو نورانی جسم ملا ہے جسے کہانے پینے پیشاب پخانہ وغیرہ حوائج کی کوئی ضرورت نہین پڑتی۔ اگر کہو کہ عیسی نبی اللہ علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر تشریف فرما ہین۔ تو بتلاؤ کہ زندہ بجسدہ العنصری کو مردہ سے کیا تعلق اور کیسی موانست در پہر یہ بہی بتلاؤ کہ خاکی جسم اور تمام تعلقات بشری کے اشد محتاج کا انجام مرام موتی کی زمرہ مین بیٹہکر کیونکر ہو سکتا ہے۔ دو ضد کیونکر یکجا جمع ہو سکتے ہین۔ کوئی ہے کہ روایات صحیحہ کی روسے ان دو بزرگوار کے جسم و حالات مین تفاوت مین ثابت کر سکے ہرگز نہین۔ پس عدم تفاوت حالت اور باہم موانست و تعلق یہ شہادت دیتے ہین کہ عیسی علیہ السلام مر چکے ہین اور بعد مرگ انہین نورانی جسم ملا ہے۔ اسی لئے تو موتی کی جماعت مین تشریف فرما ہین مگر یہ حضرات ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان پر چڑہائے بغیر چین نہین لیتے۔ بات تو یہ ہے کہ انکو ہر طرح سے امداد مذہب نصاری مرکوز خاطر ہے۔ اسلئے انکی خدا کی زندگی و اقبال لازوال کی دعا کو لگن رہا کرتے ہین شریعت محمدیہ پر حکم کرنا فرع ہے انکی حیات جسمانی و نزول من السماء پر جب موت کے قوی دلائل اور انکی مضبوط ڈوریان جسمانی حیات کو جکڑے ہوئی ہین جس سے کسی طرح ہل جل ممکن نہین تو نزول من السماء کے بعد شریعت محمدیہ

حکم کرنا معلوم شد مجیب کی تفسیرین دفعہ یہ ہمارے نصوص قرانی وحدیثی کے سامنے محض لاغر ہے۔

قولہ توفی کہتے ہین کسی چیز کو پورا لینے کو۔

اقول ہم بھی اسی کے قائل ہین کہ خدا تعالی نے حضرت عیسی کی روح کو پورا قبضہ مین کر لیا جس سے اب یہ چھوٹنا محال ہے بخلاف مسیح کے کہ اسمین قبض تام نہین ہوتا ہمارے امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام نے اس باب مین ایک اشتہار دیکر کہا ہے کہ اگر کوئی قران وحدیث ولغت ودیوان قدیم وجدید سے یہ ثابت کر دے کہ توفی کا لفظ جسکا اسکا فاعل اللہ تعالی اور اسکا مفعول کوئی ذی روح انسان ہو تو سوائے موت وقبض روح کے دوسرے معنی کیلئے بھی آیا ہے تو اسکے لئے ہزار روپیہ انعام ہے کہان ہین حامد رضا صاحب بلوی اور انکے ہم خیال مولوی صاحبان۔ ذرا غیرت کو کام مین لا کر اس آسمانی صدا کی طرف کان لگائین۔ اور مدعی کی پیاس کو بجھانے کیلئے مرد میدان بنین اور اگر توفی بمعنی قبض تام اور پورا لینے کا ہو تو یہ ترجمہ بھی غیر موزون نہ ہوگا کہ اے عیسی مین تجھکو پورا کرنے والا یعنی پوری عمر طبعی کو پہونچانے والا ہون چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک سو بیس کی عمر پاکر طبعی عمر کو پہونچکر کشمیر مین وفات پائی سری نگر محلہ خان یار مین دفن ہوئے اب تک قبر موجود ہے جو عیسی صاحب اور شاہزادہ نبی اور یوز آسف نبی کی قبر سے مشہور ہے۔

قولہ مجیب نے صفحہ ۳۰ مین حضرت عیسی علیہ السلام کو صحابی رسول اللہ بنانے مین کوشش کی ہے۔

اقول صحابی تو اسی وقت بنین گے کہ اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے ہون اور پھر کسی وقت انکی نزول کا صحیح پتا لگ سکے مگر آپ دیکھ چکے ہین کہ مجیب نے جس زینہ کو حضرت مسیح کے چڑھانے اور اتارنے کیلئے بڑی عرق ریزی سے کھڑا کیا تھا وہ سراب نکلا یا یون سمجھو کہ اسمین گھن لگ گیا اور اسکی ساری کوششین برباد ہو گئین اور جسکے کو اپنے اعتقاد کا تکیہ گاہ بنا رکھا تھا اور اسے عمود فولادی سمجھا تھا آج وہ گھاس کی ٹٹی نکلی اگر آپکے ہمارے طوفان خیز دلائل یا بتغیر الفاظ یون کہو کہ ہماری شرر افشان کاری حربے سے یہ بودی نکمی ٹٹی بچ نکلی تو آج نہین تو کل ضرور یہ پرانی گھن خوردہ عمارت گر کر رہیگی۔ کسی نبی کو امتی قرار دینا جائز ہے یا نہین اسکی تفصیلی بحث قریب مین کرینگے اور یون تو مختصراً کچھ کر چکے ہین۔

قولہ صفحہ ۳۳ مین مسیح بن مریم کے دو موت کا انکار کیا ہے۔

اقول عجب ہے آپنے صـ۱۱ مقدمہ خامسہ مین صاف طور سے اقرار کیا ہے کہ کسی نبی کا انتقال اسکے دوبارہ تشریف آوری کو محال نہین کر سکتا شاید وہان مدہوشی کا عالم تھا اب ہوش سنبھالا ہے غرض یہان مولوی صاحب ہمارے ہم کلام ہو گئے ہین اب انکو یہی ضروری ہے کہ چار آیات مذکورہ بالا مین جنمین احیاء اموات کا ذکر ہے تاویل صحیحہ کرکے ان آیات کے موافق کر دینگے نہین عدم رجوع موتی کا بیان مختلف رنگون مین بصراحت موجود ہے۔ للہ در

القائل ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است۔

قولہ یہاں اگر وفات بمعنی موت ہو بہی تو یہہ روز قیامت کا مکالمہ ہے۔

اقول ہم اسکا جواب بڑی وضاحت کے ساتہہ خاتمہ مین لکہنے والے ہین۔ مخاطب و ناظرین تہوڑی دیر صبر فرماوین مجیب صفحہ (۳۴) مین ماقبل کے کلام کا اعادہ کیا ہے جسکا جواب ہم ادا کر چکے ہین۔

قولہ صفحہ ۳۴ وفات بمعنی خواب خود قران عظیم مین موجود ہے۔

اقول ہمین کب انکار ہے ہم تو بار بار یہی کہتے ہین کہ توفی بمعنی قبض روح ہے تام ہو جیسے موت مین یا ناقص ہو جیسے نیند مین الحاصل نیند بہی ایک خفیف موت ہے المنام خفیف الموت النوم اخو الموت مشہور مقولہ عرب ہے۔ مجیب جی یہان معنی نیند کا ہرگز حسبان نہین ہے اور اگر ہے تو تشریف لائیے اور اس آیۃ کا ترجمہ فرمائیے یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی ای عیسیٰ مین تجہکو سولانے والا ہون اور عزت دینے والا ہون۔ یا بزعم فاسد مجیب اور تجہکو اپنی طرف اوٹہانیوالا ہون کیا حضرت عیسیٰ اس وعدہ الہی کے پہلے کبہی سوئے تہے یا نہین اگر سوئے تہے تو یہہ وعدہ عبث ہے کما لا یخفی اور اگر کبہی انہین ارام لینے کا اتفاق نہین ہوا تہا تو خدا تعالی برخلاف جملہ عالم انہین ساری عمر تکلیف مین رکہا وہو مذموم اور یہہ بہی فرمائیے کہ یہہ وعدہ کب پورا ہوگا زمین مین یا آسمان مین یا نزول من السماء کے بعد پہر یہہ بہی تبلائیے کہ جب حالت خواب مین خداوند عالم نے انکی روح کو اپنے قبضہ مین لیا تو جسم کا رفع کیونکر متصور ہو سکتا ہے کیا کبہی آپنے دیکہا ہے کہ حالت نیند مین جسد عنصری بہی روح کے ساتہہ غائب ہو جایا کرتا ہے اور بستر خواب پر پڑا نہین رہتا۔ حیرت ہے کہ نیند مین تو روح کو قبض کرے اور جسم کو اوٹہاکر آسمان پر لیجائے اور سے امری جیب مجیب آیۃ وعدہ کو آیۃ ایفا کے ساتہہ ربط دیکر ترجمہ سے حظ اوٹہائیے وہ یہہ ہین یا عیسیٰ انی متوفیک فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ ای عیسیٰ مین تجہکو سولانیوالا ہون۔ ایفائے وعدہ مین حضرت مسیح بن مریم فرماتے ہین کہ ای رب جب تونے مجہے سلادیا تو تو ہی میری قوم کا محافظ تہا۔ کیا اس آیۃ مین دونون حضرات کے باری باری پہرا دینے اور قوم کی نگرانی کرنیکا ذکر ہے کہ جب عیسیٰ سو گئے خدا کی نگرانی کی باری آئی اور جب جاگتے رہے تو خود ہی نگران تہا۔ تعالی عنہ۔ بشاہد الکریم صفحہ ۲۴ مین حضرت کے ساتہہ تین وعدہ الہی کا ذکر کیا ہے اور وعدہ رابعہ کا نام تک نہین لیا سراسر خیانت ہے۔ چوتہا وعدہ جو فوقیت مسیح علی الکفار ہے اسلئے عمداً ترک کیا ہے کہ اس سے ایک سخت ضرب انکی اعتقاد کے وجود پر پڑتی ہے اور انشاء اللہ تعالے خاتمہ مین اسکی تشریح آئیگی۔

قولہ۔ اگر معنی آیت یہی ہون کہ مین تمہین موت دونگا اور بعد موت تمہاری روح کو آسمان پر اوٹہالونگا تو اس سوا اسکے کہ انہین موت کا پیغام دیا گیا اور کونسی بشارت تازہ ہے۔

اقول۔ ہماری مولوی صاحب کو یہی دہن ہے کہ عیسیٰ نبی صاحب کسی طرح آسمان پر چلے جائین۔ انہین بار بار سمجہایا گیا

کہ مرفوع الی اللہ کا معنی آسمان پر جانیکا نہین ہی اور مزید تفہیم کیلئے ایک مقدمہ جدا گانہ لکھا گیا مگر ہماری حضرت
ہین کہ وہی رفع الی السماء وہی نزول من السماء کا وظیفہ ورد زبان ہے ۔ مجیب کو اصل واقعہ اور کتب سابقہ
چونکہ بیخبری ہی اسلئی یہہ بے محل تکلم ہی ۔ اصل حقیقت یہ ہی کہ جب عیسی علیہ السلام نی نبوت کا دعوی کیا اور کہا کہ مین وہ
نبی مسیح موعود ہون جسکی تمہین انتظاری ہی ۔ علماء یہود نی کہا کہ مسیح منتظر جب آئیگا کہ ایلیا نبی اسکی پہلی آسمان سے اوترے
ابہی تک تو وہ نہین آیا پہر تم کیونکر مسیح موعود ہو سکتے ہو حضرت روح اللہ نی کہا کہ آنیوالا تو آگیا وہ یحیی زکریا کا بیٹا ہی یہ
یہودی مولوی بڑی بگڑی اور کہا کہ یہ توریت کا محرف ہی اسمین صاف لکہا ہی کہ ایلیا آسمان سے آئیگا اور یوحنا تو زکریا کی
پیدا ہوا ہی ۔ پس یہودیون نی اتفاق کیا کہ اس ملحد محرف توریت کو سولی دیدیجاوے جس سی اسکی نبی ہونیکا دعوی بہی غلط
ہو جائیگا اسلئے کہ توریت کا حکم ہی کہ جہوٹا نبی سولی پر لٹکتا ہی اور جو صلیب پر لٹکایا جاوے وہ لعنتی ہوتا ہے الحاصل یہودیون
نے یہہ منصوبہ باندہکر قیصر روم کی عدالت سے بجبر و قہر سولی پر چڑہانیکا حکم نکلوایا اور معاذ اللہ مسیح کو لعنتی موت سے مار کر اسکی
روح کو خدا تعالی کی درگاہ مین مردود بنانیکا مصمم ارادہ کر لیا تب حضرت مسیح نی جناب باری مین گریہ و زاری شروع
اور ایلی ایلی لما سبقتانی کہکر رحمت و فضل الہی کو اپنی طرف جذب کرنی لگی ۔ آپکی دعا مقبول ہوئی اور خدا نے صلیب
سی بچاکر کشمیر مین پہونچایا اور یہان ایکسو بیس برس (۱۲۰) کی عمر پاکر اپنی طبعی موت سے مرکر مرفوع الی اللہ و مقرب بارگاہ
ہوی پس ترجمہ اس آیۃ شریفہ کا یون ہوا کہ ای عیسی مت گہبرا مین ہرگز تجہی صلیبی موت و لعنتی فوت سے نہ مارونگا یہ کافر کبہی بہی
مراد مین کامیاب نہوگی مین تجہی طبعی موت دیکر تیری رتبہ کو بلند کرونگا اور تجہی اس الزام سی پاک کرونگا اور قیامت تک
تیری تبعین کو تیری منکرین (یہود) پر غالب رکہونگا تمام ہوا ترجمہ آیۃ کا ۔ فرمائی حضرت اب بہی تسلی ہوئی یا نہین یہ بہی
کوئی عمدہ بشارت تازہ ہی یا نہین اگر یہان رفع سی مراد رفع درجات و رفع روحانی نہین ہی رفع جسم مراد ہی تو فرمائی
یہودیون کی الزام کا جواب قرآن مین کہان اور کس جگہہ ہی یا درکہو کہ صرف یہودی مولویون کی ناپاک منصوبون کی دفع
کیلئے رفع و تطہیر خدا تعالی نے عیسی علیہ السلام کی واسطے قرآن مین استعمال فرمایا ورنہ تمام اہل اسلام کی نزدیک
تمام انبیاء مرفوع الی اللہ مطہر و مزکی ہین اسمین حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہین ہی ۔

الزام لطیف

مجیب نے آیۃ ذیل پر استدلال کرکی یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مومنون کی روح آسمان پر بلند ہوتی ہی دیکہو صفحہ ۴۴
ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ۔ ترجمہ مجیب ۔ بیشک جن
لوگون نی ہماری آیتین جہٹلائی اور انسی تکبر کیا انکی لئی نہ کہولی جائینگے دروازی آسمان کی تو کافر کی روح آسمان پر نہین
جاتی الخ بیان حضرت مجیب نے تسلیم کر لیا ہی کہ جسم عنصری کا صعود اور اسکا رفع محال عقل ہی جبہی تو آپ کے ہوتے
ہوئے صرف رفع روح کی قائل ہوئی ۔ اور قضیہ پاک ہوا اور ترجمہ حسب رائے مجیب یہہ ہوا کہ ای عیسی مین تیری

روح کو قبض کرنیوالا ہون اور تیری روحکو آسمان مدارج پر بلند کرنیوالا ہون۔ اس پہلی آیتہ کے ساتھ الست بربکم قالوا بلیٰ کی تلاوت کیجئے تو اور تقویتہ پیدا ہوجاتی ہے اگر آپ ہٹ دہرمی پر آجائین اور آیتہ بابا البحث سے رفع جسم الی السماء مراد لین تو اسکی قطع نظر کر رفع الی اللہ تقرب و رفع درجات کے معنی مین قطعی ہے آپ پر واجب ہوگا کہ تمام مومنین کی احساد کو بھی آسمان پر جانیکا اعتقاد کہین اور آیندہ انکے لئے بھی ناخنون تک زور لگائین احتمال ہے کہ کوئی آنکھ کا اندہا گانٹھ کا پورا انکے دام مین آپھنسے۔ بڑی تعجب کی جگہہ اور بڑی حیرت کا مقام ہے کہ جس آیتہ مین سما کا لفظ بصراحت موجود ہے وہان رفع جسم ممتنع ہو اور رفع روحکا یقین کیا جائے اور جہان لفظ سماء نہ ذکر ہو وہان جسم کے رفع الی السماء کو جایز کہا جائے۔ لطف یہ ہے کہ مجیب نے اپنے جواب کا افتتاح بعد بسم اللہ اور قبل حمد اسی آیتہ سے کرکے ہمارا ہاتھ بٹایا ہے اور اپنے پہلے قلم سے انکار امر حق کا ثبوت دیا ہے۔ ع این کار از تو آمد و مردان چنین کنند

قولہ صفحہ ۴۶ ، ۴۷ کا خلاصہ یہہ ہے کہ کوئی نبی نبوت سے معزول ہوا اور نہ استعفا دیا اور وہ سب اللہ تعالےٰ کے نبی ہین اور ہمیشہ رہین گے اور ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہین اور ہمیشہ امتی رہین گے اور نبی ہونے مین اور امتی ہونے مین کوئی منافات نہین اور نہین جاتا کہ ایک عیسی روح اللہ پر موقوف نہین ابراہیم خلیل اللہ و موسی کلیم اللہ و نوح نجی اللہ و آدم صفی اللہ و تمام انبیاء اللہ صلی اللہ علیہم وسلم سب کے سب ہمارے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہین اس دعوی پر حدیث لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی اور آیتہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ الایتہ سے تمسک کیا ہے۔ اور اپنے مخالفون کو برا بھلا کہا ہے اور اس استدلال پر بڑا ہی ناز کیا ہے۔

اقول وباللہ التوفیق اگر باعتقاد مجیب تمام مرسلین سابقین کو خاتم الانبیا محمد رسول اللہ کا امتی تسلیم کرلین تو بہت مشکلات ذیل پیش آتی ہین مشکل اول یہ سب پر ظاہر ہے کہ امتی وہی کہلا سکتا ہے کہ جو ہر حالت مین اپنی نبی متبوع کا تابع رہے کسیطرح کلیات و جزئیات مین سر مو فرق کرنیکا مجاز ہو یہ تعریف ہمیشہ صادق آتی ہے اگر انبیاء کرام کو ہمارے ہم سنگ بناتے ہو تو پہلی نبوت سے انہین معزول کردو۔ کیونکہ ایک نبوت مستقل تشریعی دوسری نبوت کی من کل الوجوہ تابع ہو نہین سکتی اور ایسی شان رفیع رکھکر خادمی کا جوا گردن پر نہین اوٹھا سکتی خادم و مخدوم مین ضرور فرق ہے مالک مملوک تابع متبوع مین ضرور فرق ہے نبی صاحب شریعت اور امتی مین ضرور فرق ہے یہہ دونو ضدین ہین ایکجا جمع ہو نہین سکتی۔ کیا تمہین یاد نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مجھکو یونس نبی پر ترجیح مت دو یعنی من حیث النبوت ہم دونو ایک رتبہ کے ہین۔ کبھی تمنے سنا ہے کہ ابوبکر عمر عثمان علی و دیگر صحابہ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے بھی اس قسم کا ارشاد ہوا ہے۔ ہرگز نہین۔ اسمین وہی سر ہے کہ یہ امتی ہین اور وہ نبی کیا تمہین یاد نہین کہ شب معراج مین جب رسول اکرم حضرت موسی سے آگے بڑھ گئے تو موسی نے رو کر فرمانے لگے کہ اس لڑکے کی امت میری امت سے

بڑہکر بہشت مین داخل ہوگی۔ دیکہو صحیحین و سنن نسائی وغیرہ۔ بہلا عقل ایک لمحہ کیلئے باور کرسکتی ہی کہ امتی تابع اپنے نبی متبوع کی کثرت گروہ پر گریہ اور رشک کرے اور اسکی امت سے اپنی امت کو سفائر بتلائے۔ حاشا وکلا۔ مشکل دوم تابعداری و اطاعت کیلئے شرط ہی کہ خادم و مخدوم ہم عصر ہون یا زمانہ مخدوم سابق ہو یہ کیسی اطاعت ہے کہ مخدوم کا زمانہ ابہی عدم مین ہی اور خادم دو چار ہزار بلکہ چہہ ہزار برس پہلے اپنا دور عمر گزار کر چلدیا۔ مشکل سوم کیا امتی کو ایسی ضخیم کتاب بہی دیجا سکتی ہی کہ اپنے ساری مطالب کا حل اسی سے کر لے اور ایک ذرہ برابر اپنی نبی متبوع کے احکام کا محتاج نہو۔ ہرگز نہین۔ پہر یہہ کتاب توریت نبی متبوع کے پہلے کیون نازل ہوئی۔ مشکل چہارم جو کتاب امتی تابع کو ملی نبی متبوع کی کتاب سے اکثر باتون مین معارض ایک چیز پر امتی عمل کرتا ہی تو اسکا نبی اسکے خلاف مین کیا یہہ عمدہ روش ہی کیا ایسی مخالفت سے امتی ماخوذ نہو گا۔ مشکل پنجم۔ نبی کی کتاب پہلے امتی کی کتاب کی ناسخ کیون ہونا چاہئے۔ جب برگزیدہ امتی اپنی نبی کے نقش قدم پر چلتا تہا۔ مشکل ششم۔ حیرت ہے کہ امتی اپنے کو بہی رسول خدا کہتا ہی اور اپنے پیشوا نبی کو بہی اسی صفت سے یاد کرتا ہی کیا ہم ایسے سچے رسول کو گستاخ کہہ سکتے ہین اور طرفہ یہہ ہی کہ وہ امتی اپنے نبی کی آمد کی بشارت دیتا ہی نہین معلوم اپنے نبی کے آمد کے پہلے اسکے احکام کی تعمیل کیونکر کرتا ہوگا۔ غور کرو اس آیتہ واذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یاد کرو جب عیسی بن مریم نے کہا ای بنی اسرائیل مین رسول خدا ہو کر تمہارے پاس آیا ہون اور توریت کا مصدق ہون اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہون کہ میرے بعد آئیگا اسکا نام احمد ہی۔ اس آیتہ مین ایک بات اور غور طلب ہے کہ حضرت عیسی نے ایک اپنی برابر امتی کی کتاب توریت کا ذکر کیا ہی اور اسکی تصدیق کی مگر حیرت کا مقام ہے کہ اپنے نبی کی آمد کی ذکر کے ساتہہ اسکی کتاب کا نہ نام لیا اور نہ اسکی تصدیق کی جو انکے لئے اشد ضروری اور انکے ایمانیات مین داخل تہا۔ مشکل ہفتم قال اللہ تعالی لانفرق بین احد من رسلہ یعنی ہم رسولون مین سی کسی ایک کے درمیان فرق نہین کرتی ہین سب کو یکسان خدا کی فرستادہ اعتقاد کرتے ہین۔ اس آیتہ مین دو باتین پائی گئین۔ ایک تو خدا نے سبکو رسول دینی قرار دیا دوسرے عدم تفریق بینہم کا ارشاد فرمایا حالانکہ امتی و نبی مین تفاوت بین چاہئے مساوات کیسی۔ مشکل ہشتم قرآن کی ماہر کو اس شہادت سے کبہی انکار نہو گا کہ جتنے مرسلین پہلے گزری ہین۔ سبہون نے اپنے قوم کو جو ہدایت دی وہ صرف یہی تہی کہ انی رسول اللہ فاتقون مین فرستادہ خدا ہون میری ساتہہ ہو لو کسی ایک کے بہی منہ سے یہہ نہین نکلا کہ مین فلان کا امتی ہون۔ اور ساری باتون مین خاتم الانبیا کا محض تابع اور انکے احکام کا منقاد۔ پس کیا آپ ان حضرات پر اخفائے شہادت و عدم اظہار امر حق کا جرم لگا سکتے ہین۔ اعوذ باللہ من ہذہ العقیدۃ۔ مشکل نہم جب خداوند

آپ نے اپنے تمام رسولون و نبیون کو مقتدی و مطاع کر کے خطاب ہی یا د فرماتا ہی تو کسکی مجال ہی کہ انہین
مطیع و امتی بنا سکے انکی جرات کر سکے قال اللہ تعالے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۔
یعنی ہم نے تمام رسول اپنی کو مطاع بنا کر بھیجا ہے ۔ حصر مین یہ اشارہ ہی کہ ہمارے مرسلان کسی وقت کسی کے
مطیع نہین ہو سکتے ۔ مگر نبی بھی اپنے زمانہ کا مستقل نبی صاحب شریعت ہے ۔ جائے غور ہی کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ
والسلام کے بعد جتنے انبیا گزرے ہین سب پر توریت کے حکم کی تعمیل واجب تھی مگر باین ہمہ کسی نبی نے حضرت موسی
کو اپنا نبی اور اپنی ذات کو محض انکا امتی قرار نہین دیا ۔ اور نہ موسی علیہ السلام نے آیندہ نبیون کو اپنا امتی
فرمایا پس جو نبی سب نبیون کے پیچھے تشریف لاوے اور اسکی کتاب بھی سب کتابون کے پیچھے اترے جسپر اگلونکو
اسکے احکام پر نکا جہان عمل کا موقع ملا ہو ورنہ انہین اسکا علم ہو تو وہ بھلا کسطرح اگلونکا نبی اور اگلے لوگ
کیونکر اسکی امتی قرار پا سکتے ہین ۔ مشکل دہم قران کے پڑہنے والون سے پوشیدہ نہین ہی کہ ایمان کا لفظ کئی
مقام پر سچ سمجھنے اور ماننے کے معنی مین آیا ہی جس سے کسطرح اسکے مصدق کو امتی نہین کہہ سکتے ۔ ہم فی الحال
ایک ایسی آیتہ پیش کرتے ہین جو الزام و اسکات خصم کیلئے کافی و وافی ہی قال اللہ تعالی امن الرسول
بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ الایہ محمد
رسول اللہ اور جملہ مسلمان قران کو مانتے اور اسکی تصدیق کرتے ہین ۔ اور نیز یہ پیغمبر محمد (صلعم) و
تمام مسلمان اللہ پر اور اسکے تمام فرشتون پر اور اسکے تمام کتابون پر اور اسکے اگلے تمام رسولون پر ایمان
لاتے ہین یعنی ان سبکی تصدیق کرتے اور انکو برحق اور سچ سمجھتے ہین ہمارے اس دعوی کا ثبوت کتاب مجید
کی اس آیتہ سے بخوبی ملسکتا ہی قل لا تعتذروا لن نومن لکم قد نبانا اللہ من اخبارکم
الایہ یعنی اے پیغمبر ان منافقون سے کہدے کہ جھوٹے عذر مت تراشو ہم ہرگز تمہاری باتون کی تصدیق کرینگے
اور سچ نہ مانینگے کیونکہ اللہ نے تمہاری اخبار سے ہمکو اطلاع دیدی ہی مجیب صاحب ذرا یہان اپنا ترجمہ کرکے
دیکھیے ہمین یقین ہی کہ آپ اسوقت کوئی کونہ منہ چھپانے پھرینگے ۔ چونکہ اس آیتہ مین مثل آیتہ میثاق
ایمان کا لفظ دونون جگہ موجود ہی اسلئے ہمارے مجیب صاحب کو بالضرور یہی ماننا پڑیگا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مہبط وحی و صاحب قران پر ایمان لائے ہین اور اسکے امتی ہین اور وہ انکے نبی ہین جس سے افضلیت
شی من نفسہ لازم آتی ہی اور نبی و امتی ایک ہی شخص قرار پاتا ہی جو بداہت محض لغو و بیہودہ خیال ہی و نیز
قطعاً بخیال شما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے امتی اور فرشتونکے امتی اور فرشتے انکے نبی اور نیز
تمام انبیاء کرام کے امتی اور ساری انبیا اونکے نبی قرار پاتے ہین ۔ آیتہ میثاق کی رو سے آپنے تمام انبیا
کو محمد رسول اللہ خاتم الانبیا کا امتی بخیال خام تسلیم کیا اور یہ آیت باعتقاد شما اسکے برعکس فتوی تجا

ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام گذشتہ نبیوں کا امتی ٹھیرا لیا ہے۔ مجیب صاحب ہمین اس
چیستان کا مطلب سمجہائے کہ زید عمرو کا مخدوم ہے اور عمرو بہی زید کا مخدوم ہے۔ زید عمرو کا امتی اور
جملہ امور مین محض اسکا تابع ہو اور نیز عمرو بہی زید کا امتی اور جملہ امور مین محض اسکا تابع ہو اور نیز زید عمرو کا
نبی اور نیز عمرو زید کا نبی بینوا بالوضاحۃ وتوجروا۔ اور اس آیۃ سے بقول حضرت مجیب صاحب یہ بہی معلوم
ہوا کہ جملہ مسلمان محمد رسول اللہ کی امتی ہین اور فرشتون کی بہی امتی ہین اور تمام انبیائے سابقین کے بہی
امتی ہین اور من کل الوجوہ فرشتون اور نبیون کی مقتدا و امام ہین اور نیز امتی ہونی مین رسول خدا علیہ
التحیۃ والثنا کی مساوی المرتبہ ہین۔ امی ناعاقبت اندیش مجیب جاہل بد رضا بریلوی سمجہ تو سہی معلوم کہ یہ تو
بر ذمت الزام بر الزام جو تیری عائد حال ہو رہی ہین کس وجہ سے ہے امر حق کی کتمان اور امام آخر الزمان سے
بہی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ توبہ کر ورنہ تیرا ایمان کا انجام بخیر نظر نہین آتا تلک عشرۃ کاملۃ۔ اب مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ آیۃ میثاق کا اصلی ترجمہ کر دیا ہوا اور اسکے بعد حدیث مذکور بالا کا مطلب بیان کیا جاے
جس سی ناظرین کو تسکین حاصل ہو اور مجیب بہی فائدہ اوٹہائے ترجمہ آیت یاد کرو اسوقت کو کہ جب خدا نے نبیون سے
عہد لیا کہ مین نے تمکو کتاب حکمت عنایت کی ہی پہر جب تمہاری پاس کوئی رسول آجاوے اور تمہاری کتابونکی تصدیق
کرے اور انکو برحق بتلاے تو تمکو بہی چاہئے کہ ضرور اسکے نبوت کو مانو اور اسکی تصدیق کرو اور اسی برحق جانو اور ہر طرح سے
اسکی مدد کرو آیندہ نبی کو ماننے اور اسکی نصرت کی تاکید اس شرط اور اس قید پر ہو کہ آنیوالا نبی ماضی نبی کی کتاب کا مصدق
ہو اسمین یہہ راز معلوم ہوتا ہے کہ جہوٹا مدعی کبہی اپنے اگلے نبیونکی کتابون کو نہین مانتا اور نہ کسیکی عزت کا اقرار نہین کرتا
بخلاف سچے مدعی کی کہ عبودیت اسمین بہت غالب ہوتی ہے اور سارے گذشتہ نبیون اور انکی کتابونکی تصدیق کرکے
اپنی سچائی اور راستبازی لوگونکے دلون مین جای گیر کر دیتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت موسی نے حضرت ہارون کی
نبوت کو مانا اور ہر دینی امور مین انکا ساتہہ دیا اور دونون ملکر حسب ارشاد باری تعالی فرعون کی دعوت کیلئے گئے اور
حضرت خلیل اللہ نے لوط علیہ السلام کے رسالت کو مانا اور انکے معین و مددگار رہے۔ اور حضرت شعیب نے حضرت
موسی کی جیسی اعانت کی سب پر ظاہر ہے۔ غرض یہہ صادق العہد انبیا اپنے اقرار کو ہمیشہ پورا کرتے آئے ہین۔ اور
اگر آنیوالے رسول سی مراد خاتم الانبیا ہمارے سید و مولی مراد ہین تو یہہ ترجمہ کرنا پڑیگا۔ کہ اگر بالفرض ہمارے
برگزیدہ رسول نبی آخر الزمان تمہارے وقت مین آجائین تو تمپر ضروری ہے کہ انکی تصدیق کرو اور انکو رسول حق
مانو اور حتی الامکان ضرور انکی مدد کرو۔ اس ارشاد سے جناب الہی کا یہہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیائے عظام
کے دلون مین عظمت وشان محمدی کا سکہ جمادے تا کہ ہمیشہ وہ برگزیدہ جماعت اپنے اپنے اوقات مین نبی
امی لقب محمد عربی خاتم المرسلین کا تذکرہ امتیون سے کرتی رہین۔ اور اسی وجہ سے تمام کتب مقدسہ سابقہ مین

ہمارے سید و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے و بشارات بکثرت موجود ہین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین الی یوم الدین اور حدیث لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی کا یہ مطلب ہے کہ مین وہ عظیم الشان رسول ہون کہ اگر بالفرض موسی جیسے صاحب توریت اسوقت زندہ رہتے تو انکو بھی میری پیروی ضرور کرنی پڑتی۔ یہان پیا تباع اور وجود موسی فرضی ہے حقیقی طور پر نہین ہے۔ اس حدیث کا ہمرنگ ہم معنی ایک اور حدیث وہ یہہ ہے لو کان فیہا بعدی لکان عمر بن الخطاب۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ جس طرح حدیث اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال عظمت پر دلیل ہے ایسی ہی حدیث دوم بھی حضرت فاروق کے علو مرتبت پر ایک قوی قرینہ ہے۔ خاتم الانبیا کے بعد حضرت عمر رضی اللہ کا نبی ہونا اور حضرت موسی علیہ السلام کا آنحضرت کے باسعادت زمانہ کو پاکر آپکا متبع ہونا فرض کے طور پر ہے نہ حقیقی طور پر۔ اگر حدیث اول مین اتباع حقیقی مراد لیا جائے تو حدیث دوم مین بھی جو اسکا ہمرنگ ہے بالضرور نبوت حقیقی لینی پڑیگی اور اسوقت ایک سخت اعتراض اور ایک بلا کا سامنا پیش ہوگا اور وہ یہہ کہ العیاذ باللہ حضرت موسی علیہ السلام عمر فاروق سے بدرجہا کم رتبہ ٹھہرینگے اور حضرت عمر خاتم الانبیا مانے جائینگے نہ اخلاف اور اگر مان ہمہ آپکو حقیقی اتباع پر اصرار ہے اور یہ اعتقاد تمہارا اس حدیث کی رو سے حضرت موسی نبی محمد عربی فداہ ابی امی کے تبع ذاتی ہین تو منجملہ عشرہ کے قطع نظر پھر انکو زندہ ہو کر آنا چاہئے تھا یا اب انہین آنا چاہئیے۔ یہ احتمال جدا ہے کہ حقیقی اتباع ہے کہ متبوع تو ابھی دنیا مین پیدا ہی نہین ہوا اور کچھ اپنا فرمان و دستور العمل شائع نہین کیا۔ تابع پہلے ہی ان کو خیالی طور پر متبوع کے جملہ احکام کی تعمیل کرکے چلدیا ھذا شئی عجیب وامر غریب۔ ای مجیب صاحب ان دلائل عشرہ اور احتمالات قویہ کا جواب اپنے والد محقق صاحب سے پوچھ کر دیجئے جنکی تحقیق پر آپکو فخر ہے۔

قولہ۔ کیون قران کا نام لینے والو کیا یہ آتین (آیات میثاق) قران مین نہین۔

اقول۔ کیون قران کا نام لینے والو یہہ آیات لا نفرق بین احد من رسلہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ وغیرہ قران مین نہین یا نہین ہین اگر ہین تو ہماری رائے پر چلکر تعارض کو دفع کرو اور توبہ کرو ورنہ سخت مشکلات کا سامنا ہے۔

قولہ کیا اللہ عزوجل نے اس سخت تاکید سے ساتھہ سب انبیائے مرسلین صلعم سے محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانیکا عہد نہ لیا۔

اقول۔ کیا بقول تمہارے محمد رسول اللہ کو تمام انبیا اور تمام ملائکہ پر ایمان لانا آمن الرسول سے ثابت

نہین ہوا۔ ضرور ہوا۔ توبہ کرو۔

قولہ۔ کیا اس عہد ہوا دن سبکو محمد رسول اللہ کا امتی نہ بنا دیا۔

اقول کیا اس صریح نص سے بزعم فاسد حامد محمد رسول اللہ صلعم تمام انبیا بلکہ تمام ملائکہ تک اپنے نقش شریف کرامتی نہ بنے ضرور بنے توبہ کرو۔

قولہ۔ کیا اس عہد لیتے وقت انہون نے نبوت سے استعفا کیا۔

اقول کیا محمد رسول اللہ صلعم بقول شما انپر ایمان لاکر اور امتی بنکر نبوت سے استعفا کیا۔ توبہ کرو۔

قولہ کیا اللہ عزوجل انہین معزول کرکے امتی کر دیا۔

اقول جب بقول شما امتی بنا دیا۔ تو معزول ہی کر دیا کیونکہ عزل عن النبوت یہی ہے کوئی نبی امتی نہین ہوتا نبی و امتی باہم متضاد ہین۔ آپ ہی تو نبیون کو امتی بناتی ہین یہ بیہودگی نظر آتی ہین ہمکو تو اس سے سخت نفرت ہے اس نادان نے آیۂ میثاق کی رسول کو لفظ سے تخصیصاً محمد رسول اللہ مراد لیا ہے حالانکہ وہان تعمیم ہے اور حق یہ ہے کہ وہان تمام انبیا مراد لیے ہین قطعی محمدی آنحضرت بعد انبیا محال عقلی ہے اور مشاہدہ کے خلاف ہے یہان فرضی طور پر بیان لین تو ایسے ورتاتے ہے تعمیم کرتے ہین کوئی استحالہ لازم نہین آتا اور واقعات صحیح ہین اسی کو موید ہین یعنی تخصیصی فرضی پر زور دینا انکی نہین آتا اور کہا ہے سیاق کے بیان ہماری مراد نبوت سے مستقل نبوت و رسالت قبل کی ہو

قولہ۔ ای سفیہو ... پر حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام اترینگے اور باوصف نبوت و رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی و ناصر دین ہوکر رہینگے۔

اقول ای نادان حامد صاحب خدا تجھکو نیک سمجھ دے استغفر کیون غلو کرتا ہے اور حد سے کیون بڑھتا ہے کیا نبی جو دربار الہی سے مطاع کا خطاب پایا ہوا ہے کسی کا امتی و مطیع بن سکتا ہے جب یہ خیال نہ کیا تمام مرسلون نے امتی بننے کا اقرار کب کیا ہے اور تائید و نصرت کا ذمہ لیا ہے تو اول ابو البشر حضرت آدم کو دنیا مین دوبارہ آکر ایفاء عہد کرنا ضروری تھا مگر انہون نے نہین کیا۔ حضرت نوح بھی بھول گئی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو بھی اپنا اقرار کا کچھ خیال نہ حضرت اسمعیل جنکی صفت قرآن شریف مین صادق الوعد آئی ہے اللہ تعالی انہین صادق الوعد کے لقب سے یاد کرتا ہے انکو بھی نہ اپنے عہد کا خیال رہا اور نہ اپنے پہلے لقب کا موسی علیہ السلام نے بھی اپنے عہد کی کچھ بھی پروا نہ کی ای مفتری بتلا کہ یہ خادمان خدا تیرے اصول کی رو سے سچے ہین یا جھوٹے صادق العہد ہین یا کاذب العہد تیرے نزدیک ایک حضرت عیسی ہی اپنے وعدہ و عہد کے سچے اور پکے ہین اور باقی خیریت۔ گو وہ جیسے ہین انکا ثبوت پہلے گذرا) مگر چونکہ تیرے علم مین وہ ایک ہی صادق الوعد ہین اسلیے قبر کو چیر کر آسمان سے چیر کر ای روح سے ملکر ضرور بعد ضرور عنقریب نزول فرمائینگے۔ ای مرد خدا ایسے گندے عقیدہ کو لیکر خدا تعالی

کے سامنے تو کیسے گردن ڈالینگے توبہ کر اور قرآن کو پڑھ اور صراط مستقیم کی دعا مانگ کر اھدنا الصراط المستقیم جو ہر نماز میں پڑھتا ہے۔

قولہ ان الملائکة لتضع اجنحتها لطالب العلم

اقول فرشتوں کا اپنے بازوؤں کو بچھانا طالب علم دین کے واسطے حدیث اپنے ظاہری معنی پر مستعمل ہے یا نہیں اگر ہے تو اسکا ثبوت آپکے ذمہ ہے کون باہوش انسان تصور کر سکتا ہے کہ جب طالب علم دینی علم کیلئے سفر کرتا ہے تو فرشتے اپنے بازوؤں کو اسکے پاؤں کے نیچے بچھا دیتے ہیں تاکہ وہ انپر چلا کرے یہ ایک استعارہ ہے کہ طالب حق کیلئے نصرت الہی نازل ہوتی ہے فرشتے اسکی امداد میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہیں یاد رکھو یہی استعارہ اور یہی اشارہ مسیح کے دو فرشتوں کی نسبت ہے کہ نصرت الہی اسکی شامل حال رہیگی اور فرشتے اسکی امداد کیلئے مامور ہونگے اور مستعد دلوں کو اسکی طرف کھینچ کر لے آئینگے اگر آنکھ ہو تو دیکھو کہ کہاں عرب و شام افریقہ امریکہ کلکتہ مدراس حیدرآباد سندھ و ہندوستان اور کہاں قادیان کسطرح ان شہروں کے مستعد دل کھچے ہوئے چلے آتے ہیں آپ لوگوں نے تو ناخنوں تک زور لگایا کہ اس سلسلہ کو مٹا ڈالیں اور اس جماعت کے شیرازے کو منتشر کر دیں مگر جسقدر آپ لوگوں نے اس باب میں سعی کی اسی قدر خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا ظہور فرمایا اور اس جماعت کو ترقی پر ترقی اور اس سلسلہ حقہ کو مسلسل ترقی دیا کیونکہ یہ سلسلہ اسی کے ہاتھ کا قائم کیا ہوا ہے آج اسکی تعداد لاکھ کے قریب [illegible] تم دیکھو گے کہ اسکی گھوڑ دوڑ کیسی ہے اور کیسی ترقی کر رہا ہے [illegible] جاتی ہے تمہیں نہیں معلوم کہ یہ طاعون کسلئے نازل ہوئی ہے اس سلسلہ کی ترقی اور مخالفوں کے گھٹانے کیلئے پوری ساز و سامان کے ساتھ آئی ہے واللہ ذو الفضل العظیم مجیب نے اپنے دلائل آیت میثاق و حدیث لوکان موسیٰ کی قوت پر بڑا فخر کیا ہے مگر جب ہماری اس تحریر کو دیکھیگا اگر اسمیں حیا کا مادہ باقی ہے تو ذی علموں کے سامنے رخ نمائی کو اسکی حیا اور اسکی غیرت ایمانی ہرگز اجازت نہ دیگی۔ دیگر مجیب نے یا یہ خیال کر کے میں سائل کے جواب سے سبکدوش ہو گیا ہوں اور حیات مسیح کو بڑے عمدہ پیرایہ میں بیان کر کے مراد حاصل کر لی ہے۔ اسلئے صفحہ ۴۹ سے صفحہ ۵۵ تک بڑی تماشہ لیا ہے اور نا سے چلنا شروع کر دیا ہے اور پھر پرانے قصہ کو دوہرا دوہرا کر عوام کو خوش کرنا چاہا ہے اسلئے ہم اس فضول و بیہودہ باتوں کا جواب ترکی بہ ترکی دینے کو ناپسند اور ناقابل کی دلائل قاطعہ کے تانک سا سر مجیب کے گردن میں لپیٹتے پر بس کرتے ہیں اور نیز ہمکو یہ حق حاصل ہے کہ اسکی درشت زبانی پر جواب ترکی بہ ترکی دیں اور الصمام الربانی علی اسراف القادیانی کے جواب میں اس رسالہ کا نام منشار القضا علی ہفوات حامد رضا رکھیں۔ مگر ہمارا کام امر حق کا اظہار اور اسکی تبلیغ ہے اسلئے ہم نے اسکا نام

القول العجیب فی رد حامد المجیب رکھا۔

خاتمہ

اب ہمپر فرض ہی کہ سائل کو بغرض جواب دیکر منزل مقصود تک پہونچا دین وما توفیقی الا باللہ
واضح ہو کہ جسقدر دلائل ہم نے جواب الجواب مین درج رسالہ کیے ہین ایک حق کے طالب کو زبسکہ کافی و وافی
ہین مگر پہر بہی مختصراً چند آیات قرآنی پیش کرتی ہین جنسے وفات مسیح ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت کامل ہو جاوے
او مخالف کو دم زدن کی مجال نہو۔

(۱) فرمایا اللہ تعالی نے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم
علی اعقابکم یعنی محمد تو صرف ایک رسول ہین انکی پہلے کی تمام رسول مرچکی اگر یہہ مرجائین یا قتل کردیے جائین تو
ای لوگو کیا تم اسلام سے منہ پہیر لوگے۔ یہہ آیۃ وفات مسیح مین صریح الدلالت ہے اسلیے کہ تمام مرسلین جن مین یقیناً
عیسی علیہ السلام داخل ہین انکے مرنیکی خبر دیتی ہے اور موت و قتل کا لفظ اسبات کا قرینہ ہے کہ قد خلت بمعنی
قد ماتت کے ہے۔ خدا تعالی نے اس آیت کو استدلال کے پیش فرمایا ہے کہ کوئی انسان کیسا ہی رتبہ کا کیون نہو
ایکدن اسے مرنا ہے۔ ابہی ہمارے پیغمبر کو دیکہو کہ یہہ بہی ایک رسول ہے اسکو بہی ایک دن مرنا ہی تہا کیونکہ اسکے پہلے سب
تمام رسول مرچکی۔ اگر حضرت مسیح کو اس حکم سے باہر رکہا جاوے تو یہہ استدلال سخت جرح کا محل ہوگا اور اسی نقص کے
پورا کرنیکے لیے خدا تعالی نے الرسل کا لفظ فرمایا تاکہ کوئی فرد اس حکم سے باہر نہ رہ جاوے اسی آیت کو حضرت ابوبکر رضی اللہ
تعالی عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن (جبکہ حضرت عمر جیسے صحابی تلوار لیکر کہڑے ہوگئی تہے کہ جو شخص
رسول اللہ خاتم الانبیا کی موت کا قائل ہو تو اسکے سر کو بدن سے جدا کر ڈالونگا) پڑہکر سب صحابہ پر ثابت کردیا کہ جسقدر
تمام اگلے انبیا وفات پاچکے ہین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہی انکی برابر رحلت فرمائی ہے۔ تمام صحابہ اسپر متفق ہوگئے انمین سے
ایک نے بہی یہہ نہ کہا کہ اے ابوبکر آپکا یہہ استدلال قابل جرح ہے اسلیے کہ مسیح ابن مریم ابتک تو زندہ ہین بلکہ عبد اللہ
ابن عمر نے فرمایا اس ذات کی قسم کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ اس واقعہ سے جو پردہ ہمپر پڑگیا تہا ابوبکر کی اس تقریر سے
بالکل منکشف ہوگیا اور ہم خوشی سے پہولے نہ سمائے پس صحابہ کرام کا جس چیز پر پہلا اجماع ہوا وہ وفات مسیح کا مسئلہ ہے۔ دیکہو
بخاری شریف و دیگر کتب احادیث و سیر

(۲) فرمایا اللہ تعالی نے وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فہم الخالدون۔ یعنی ای پیغمبر تجہسے
پہلے کسی بشر کو زندہ نہین رکہا اگر تم مرجاؤ تو کیا یہہ تمہاری مخالفین موت سے بچ رہین گے۔ اس آیۃ کا صاف مطلب یہی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے کی تمام بشر خواہ وہ نبی ہون یا ولی سب مرچکے ایک کو بہی بقا و دوام نہین ہے یہہ اخبار
الہی ہے جسمین ہرگز کذب کا احتمال نہین۔ جب حضرت مسیح بشر ہین اور ضرور ہین تو اب انکی مرجانے مین کیا شک و شبہ باقی
رہ گیا تمہین خدا کی خبر دہی بس نہین ہے اور کیا تمہارا دل قرآن شریف کے اس سچے اخبار سے اطمینان نہین پکڑتا اور نیز یہ آیت

ہمین مسیح علیہ السلام کی بابت خبر دی ایسے کی موت کی بھی صحیح خبر دیجاتی کیونکہ یہہ دونو حضرات بھی تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے کے انسان ہیں۔

(۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی یہہ محمد تم مین سے کسی کے باپ نہین ہین مگر اللہ کے سچے رسول اور تمام نبیون کے ختم کرنیوالی ہین آپکے بعد کوئی نبی صاحب شریعت دنیا مین نہین آئیگا یہہ بات سب پر ظاہر ہے کہ نبی کبھی معزول نہین ہوتا اور وحی رسالت بھی اس سے منفک نہین ہوتی پس مسیح کا نزول دو حال سے خالی نہین یا تو نبوت سے معزول ہوکر آئینگے وہ بحیثیت امتی ہوکر رہینگے یا اپنی رسالت لیکر آئینگے پہلی صورت بالبداہۃ باطل ہے جسکو اسلام کا اجماعی عقیدہ کہ نبی اپنی نبوت سے معزول نہین ہوتا اور جو اسکے خلاف اعتقاد رکھے وہ کافر ہے اور آیۃ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور آیۃ لا نفرق بین احد من رسلہ صریحاً جھٹلاتی ہین اور دوسری صورت بھی انکا نبوت ختم ہی ہوکر تشریف لانا اسکی مکذب ہے کیونکہ خاتم المرسلین کے بعد ایک اولوالعزم نبی کے آنیکو فیصلہ کیا ہے جو اپنی ساری باتین کلی ہون یا جزوی تمام احکام دین بذریعہ وحی جبرائیل لیا کرتا ہو پس حضرت مسیح علیہ السلام کی رسالت و نبوت جو انکو لوازم غیر مفارق ہے اور جسکو نزول وحی تشریعی ضرور پڑا ہوا ہے اسے انکو دنیا مین آنیسے روکتی ہے جس سے یہہ نتیجہ نکلا کہ وہ مر چکے ہین۔

(۴) فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما جعلناہم جسدا لا یاکلون الطعام یعنی ہمنے کسی ایک بدن کو بھی ایسا نہین بنایا کہ کھانا نہ کھاتا ہو اسی مستمرہ قانون کے سبب ہم اور ہمارے بزرگ وار دیکھتے چلے آئے ہین کہ حضرت آدم سے لیکر حضرت خاتم تک سب کے سب اس کھانے کے اشد محتاج تھے اور اسی قیاس پر تدارک اسی عدم اصول کو زیادہ توضیح کرنیکی غرض سے تارک الدنیا خدا والی جماعت کو بھی اس اکل کا محتاج ہوتا صراحت کے ساتھہ بتلاتا ہے چنانچہ فرمایا وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق یعنی اے پیغمبر تمہارے پہلے کے جتنے رسول گذرے ہین سب کے سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازارون مین چلا پھرا کرتے تھے جب حضرت مسیح انسان ہین اور مرسلون مین انکا شمار ہے اور آپکا یہہ عقیدہ ہے کہ آسمان پر اسی جسم خاکی کو جو کھانے اور پینے بول و براز کا اشد محتاج ہے لیکر تشریف فرما ہین تو بتلائے وہان کس طرح انہین دنیوی غذا میسر آسکتی ہے اور غذا کے عدم میسر کے سبب کیونکر زندہ رہ سکتے ہین کیا خدا تعالیٰ نے انکی خاطر اپنے عام قانون مستمرہ کو بدل دیا ہے اگر بدل دیا ہے تو دلیل قرآنی پیش کرو ورنہ یہہ دو آیتین الزام کیلئے آپکے گلے کی ہار ہین

(۵) فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین یعنی اے بنی آدم یہہ زمین تمہارے رہنے سہنے کی جگہہ ہے اور تمہاری موت تک کی ساری متاع اور تمام اسباب معیشت اسی مین ہین پس جب حضرت مسیح ابن آدم ہونیکے سبب انکی بود و باش کا مقام یہی زمین ہے اور انکی موت تک کی ساری اسباب معیشت یہین مہیا ہین تو اپنے مستقر کو ترک کرنا منشاء الٰہی کے خلاف ورزی ہے اور یہہ انکی منصب رسالت کے خلاف اور نیز خدا تعالیٰ کے وعدہ کے خلاف ہے اور

جب حسب ارشاد الہی انسان کی زندگی کے ساری اسباب اسی زمین میں مہیا کیے گئے ہیں تو آسمان پر پھر اس زمینی استعداد کیونکر تمتع ہو سکتے ہیں کیونکہ بغیر انکے جسم عنصری کسی طرح قائم نہیں رہ سکتا۔ پس جب انکا مستقر اور انکے ساری اسباب زندگی زمین ہی میں قرار پائے تو پھر صعود الی السماء کا خیال سراسر غلط اور محض لغو ہے۔

(۶) فرمایا اللہ تعالی نے فیہا تحیون و فیہا تموتون و منہا تخرجون اے فرزند آدم تم اسی زمین میں زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اسی سے اٹھائے جاؤ گے یہہ بھی ایک دوسرا الہی وعدہ ہے جسکا خلاف ہرگز ممکن نہیں ہر گاہ مطابق وعدہ الہی تمام انسانوں کی زندگی اور موت اسی زمین میں ٹھہری اور شہادت و نیز مشاہدہ اسکی تصدیق دیتا ہے۔ تو جناب مسیح علیہ السلام کیونکر خلاف وعدہ و مرضی الہی اپنا جسم و زندگی لیکے دوسری زمین کو چھوڑ کر اور کہیں بود و باش کر سکتے ہیں۔ اگر کر سکتے ہیں تو اسپر دلائل قرآنیہ نقلی ہونی چاہیئے نیز یہہ آیت حضرت ادریس کی وفات و عدم صعود الی السماء کیلیے ایک برہان قاطع ہے۔ زندگی و موت کے واسطے جب زمین مخصوص و مستقر ٹھہری تو صعود و نزول بجسمہ العنصری کا خیال قطعاً محال ہے۔

(۷) الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کیا ہمنے زمین کو زندوں اور مردوں کے لیے کافی نہیں بنایا۔ ضرور بنایا ہے۔ یہہ کیسی صاف اور واضح دلیل ہے کہ یہہ زمین زندوں کے آرام و آسایش کیلیے اور دکھہ و مصیبت کے دور کرنیکے لیے کافی ہے اور بعد مرگ بھی یہی زمین انکے لیے بس ہوا کرتی ہے۔ اس آیت میں ہمارے مخالفوں کا صریح رد موجود ہے جو کہا کرتے ہیں کہ یہودیوں کی زیادتی کو دیکھکر خداتعالے نے عیسی علیہ السلام کو آسمان پر اوٹھا لیا۔ خداتعالی انکے رد میں فرماتا ہے اے نادانو کیا ہماری زمین عیسی کے بچانیکے لیے بس نہیں ہے جو ہمیں انکو آسمان پر لیجاکر مامون بنانے کی ضرورت پڑی پھر اپنے دعوی کے ثبوت میں اپنے حبیب خاتم الانبیا کو اسی زمین کے غار ثور میں بچاکر زمین کے کفایت ہونیکی شہادت دی۔ اور آسمان تو درکنار چوتھے آسمان پر چار روز تک اوٹھا کر نہ رکھا۔ تاکہ اپنے وعدہ میں تخلف لازم نہ آوے جب ساری نبیوں کے سردار اور تمام رسلوں کے سرتاج محمد مصطفے کو کفار کے ایذا دہی اور قتل کے منصوبے پر بھی آسمان پر نہ اوٹھایا اس لیے کہ ان اللہ لا یخلف المیعاد اسی کا فرمان ہے تو حضرت مسیح کے صعود الی السماء پر ہمیں کیونکر یقین آوے۔ کیا تمہارے اعتقاد میں حضرت عیسی علیہ السلام کا رتبہ خدا کے پاس رسول اللہ خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثناء سے بڑھکر ہے۔

(۸) فرمایا اللہ تعالے نے واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا و برا بوالدتی۔ یعنی عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جبتک زندہ رہوں نماز پڑھا کروں اور زکوۃ دیا کروں اور اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کیا کروں۔ اب اگر حضرت مسیح بن مریم آسمان پر زندہ ہیں تو زکوۃ کسکو دیتے ہونگے اور زکوۃ کی ہدایت کسکو کرتے ہونگے کیا کوئی یہودی جماعت آسمان پر قائم ہے۔ اور اپنی والدہ صدیقہ کے ساتھ نیک سلوک کیا تو بس یہی کہ انکو جدائی کے درد میں گرفتار کرکے آپ آسمان پر جا بیٹھے۔ پھر یہہ بھی بتلاؤ کہ بی بی مریم کی زندگی تک حضرت مسیح آسمان پر رہ کر

اسطرح خدمت والدہ کی ہوگی کیونکہ یہ آیت صاف کہہ رہی ہے کہ ماں کی خدمت اور اسکے ساتھ نیک سلوک حضرت مسیح پر تا حیات باقی اور فرض تہی مادمت حیا کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتین انکی زندگی دنیوی تک نہین بعد مرگ تمام انسان اور تمام انبیاء کرام کی مانند یہ بہی احکام الہی کی تعمیل سے سبکدوش ہوگئے ۔ اگرچہ اسقدر دلائل اثبات مدعا کیلئے بس ہین مگر مین چاہتا ہون کہ حضرت مجدد ربانی مسیح موعود و مہدی مسعود مرزا غلام احمد قادیانی کے رسالہ اعجاز احمدی کی کچھہ عبارت نقل کردون جس سے طالب حق کو پوری بصیرت حاصل ہو وہو ہذہ مجہ اس کی کیا پرواہ کہ مجہکو سچ ہی نہین کیونکہ جبکہ وہ حضرة عیسی علیہ السلام کو بہی کذاب قرار دیتے ہین تو اگر مجہے بہی کذاب کہین تو انپر کیا افسوس کرنا چاہیے کیونکہ وہ کہتے ہین کہ خدا کے اس سوال پر کہ کیا تو نے ہی کہا تہا کہ مجہے اور میری ماں کو خدا کرکے مانا کرو عیسی نے جہوٹہہ بولا یعنی ایسا جواب دیا کہ سراسر جہوٹہہ تہا کیونکہ انہون نے کہا کہ جبتک مین اپنی امت مین تہا تو انپر گواہ تہا اور جب تو نے وفات دیدی تو پہر تو ان پر رقیب تہا مجہے کیا معلوم کہ میرے پیچہے کیا ہوا اور ظاہر ہے کہ اس شخص سے زیادہ کون کذاب ہوسکتا ہے جو قیامت کے دن جب خدا کے تخت پر خدا کے سامنے بیٹہے گا اسکے سامنے جہوٹہہ بولیگا کیا اس سے بدتر کوئی اور جہوٹہہ ہوگا کہ وہ شخص جو قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا مین آئیگا اور چالیس برس دنیا مین رہیگا اور نصاری کے ساتھہ لڑائیان کریگا اور صلیب کو توڑیگا اور خنزیرون کو قتل کریگا اور تمام نصاری کو مسلمان کردیگا وہی قیامت کو ان تمام واقعات سے انکار کر کے کہیگا کہ مجہے خبر نہین کہ میرے بعد کیا ہوا اور اسطرح پر خدا کے سامنے جہوٹہہ بولیگا اور ظاہر کریگا کہ مجہے اسوقت سے نصاری کی حالت اور انکے مذہب کے کچھہ بہی خبر نہین جب سے تو نے مجہکو وفات دیدی دیکہو یہ کیسا گندہ جہوٹہہ ہے اور پہر خدا کے سامنے اسطور سے حضرت مسیح کذاب ٹہیرتے ہین یا نہین قرآن شریف کہولو اور آیت فلما توفیتنی کو آخر تک پڑہجاؤ اور پہر کہو کہ کیا تم نے عیسی علیہ السلام کو کذاب قرار دیا یا نہین ۔

مگر اسپر کیا افسوس کرین کیونکہ آپ لوگون کے نزدیک تو خدا ہی کا ذب ہے خدا تعالی نے عیسی علیہ السلام کی وفات آیت فلما توفیتنی مین صاف طور پر بیان کردی اور بتصریح حضرت عیسی کا یہ عذر پیش کردیا کہ میری وفات کے بعد یہ لوگ بگڑے ہین پس خدا سمجہا رہا ہے کہ اگر حضرت عیسی فوت نہین ہوئے تو عیسائی بہی ابتک نہین بگڑے کیونکہ عیسائیون کا راہ راست پر رہنا صرف انکی حیات تک ہی وابستہ رکہا گیا تہا اور عیسائیون کی ضلالت کی علامت حضرت عیسی کی وفات ٹہیرائی گئی تہی اب کہو اس صورت مین آپکے نزدیک خدا کیونکر سچا ٹہر سکتا ہے جسکا بیان باور نہین کیا گیا ۔

اور ایسا ہی آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل مین سب نبیون کی وفات ایک مشترک لفظ مین جو خلت ہے خدا نے ظاہر کی ہی اور حضرت عیسی کیلئے کوئی خاص لفظ استعمال نہین فرمایا تہا یہ بہی نعوذباللہ آپ لوگون کے نزدیک خدا کا ایک جہوٹہہ ہے یہ وہی آیت ہے جسکے پڑہنے سے حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ثابت کی تہی ابوبکر کی نہی یہ منطق خوب تہی

کہ باوجودیکہ عیسیٰ آسمان پر زندہ بیٹہا ہی پہر وہ لوگون کے سامنے یہ آیت پڑہتا ہی یہ کس قسم کی تسلی دیتا ہی کیا اسے معلوم نہین کہ عیسیٰ تو زندہ آسمان پر بیٹہا ہی اور پہر دوبارہ آئیگا اور چالیس برس رہیگا عیسیٰ کی وہ عمر اور افضل الرسل کی یہ عمر تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى۔

اور صحابہ بہی خوب سمجہ کے آدمی تہے جو اس آیت کے سننے سے ساکت ہوگئے اور کسی نے ابوبکر کو جواب نہ دیا کہ حضرت آپ یہ کیسی آیت پڑہ رہے ہین جو اور بہی ہمین حسرت دلاتی ہی عیسیٰ تو آسمان پر زندہ اور پہر آنیوالا ہمارا پیارا نبی ہمیشہ کے لئے ہمسے جدا۔ اگر عیسیٰ اس قانون قدرت سی باہر اور ہزار برس کی عمر پانیوالا اور پہر آنیوالا ہی تو ہمارے نبی کو یہ نعمت کیون عطا نہوئی اور سچ تو یہ ہی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ جو اسوقت تمام حاضر تہے انمین سی ایک بہی غائب نہ تہا اس آیۃ کے یہی معنی سمجہے تہے۔ کہ تمام انبیا فوت ہوچکے ہین اور معلوم ہوتا ہی کہ بعض ایک دو کم سمجہ صحابہ کو جنکی درایت عمدہ نہین تہی عیسائیون کے اقوال سنکر جو ارد گرد رہتے تہے کچہ یہ خیال تہا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہی جیساکہ ابوہریرہ جو غبی تہا اور درایت اچہی نہین رکہتا تہا لیکن جب حضرت ابوبکر نے جنکو خدا نے علم قرآن عطا کیا تہا یہ آیت پڑہی تو سب صحابہ پر موت جمیع انبیا ثابت ہوگئی اور وہ اس آیت سے بہت خوش ہوئے اور انکا وہ صدمہ جو انکے پیارے نبی کی موت کا انکے دل پر تہا جاتا رہا اور مدینہ کی گلیوں کوچون مین یہ آیت پڑہتے پہرے اسی تقریب پر حسان بن ثابت نے مرثیہ کیطور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی مین یہ شعر بہی بنائے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ ؞ فَعَمِيْ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ ؞ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکہونکی پتلی تہا۔ مین تو تیری جدائی سے اندہا ہوگیا۔ اب جو چاہے مرے عیسیٰ ہو یا موسیٰ۔ مجہے تو تیری ہی موت کا دہڑکا تہا۔ یعنی تیرے مرنیکے ساتہہ ہمنے یقین کرلیا کہ دوسرے تمام نبی مرگئے ہمین کچہہ انکی پروا نہین۔ مصرعہ

؎ عجب تہا عشق اس دل مین محبت ہو تو ایسی ہو ؎

پہر آپ لوگ خدا تعالیٰ کو اسطرح جہوٹا قرار دیتے ہین کہ خدا تو کہتا ہی کہ واقعہ صلیب کے بعد عیسیٰ اور اسکی مان کو ہمنے ایک ٹیلہ پر جگہہ دی جسمین صاف پانی بہتا تہا یعنی چشمے جاری تہے بہت آرام کی جگہہ تہی اور جنت نظیر تہی جیساکہ فرماتا ہی وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ یعنی ہمنے واقعہ صلیب کے بعد جو ایک بڑی مصیبت تہی عیسیٰ اور اسکی مان کو ایک بڑے ٹیلہ پر جگہہ دی جو بڑے آرام کی جگہہ اور پانی نہایت خوشگوار تہا یعنی خطہ کشمیر۔ اب اگر آپ لوگونکو عربی سے کچہہ بہی مس ہی تو آپ سمجہ سکتے ہین کہ اوی کا لفظ اوسی

اور اہل حدیث ہونیکی بھی عیسی سے تو معراج کی رات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایکہ باتین نہ ہوتین موسی
سے باتین ہوئین اور قرآن شریف ہی کہ موسی کی ملاقات مین شک نہ کر پس یہہ کیا چھوٹی بات ہو خدا اور رسول خدا
پر بہتان باندھنا ۔۔

ضمیمہ

ہماری مخالف بھائیون کو اس بات پر بڑا اصرار ہی کہ انبیا و ملائکہ کے سوا کسی دوسرے انسان پر خواہ وہ صحابی ہو
یا تابعین یا امام وقت ہون یا مجتہد یا ولی ہون یا غوث صلوۃ وسلام کا استعمال بالاستقلال انکے حق مین ہرگز ہرگز جائز
نہین ہی اسلئے یہہ لفظ مختص بانبیا و ملائکہ ہین علاوہ اسکی رد مین ایک رسالہ شائع کیا ہی جو دلیل محکم کا آخری حصہ
کہلاتا ہی چونکہ قرآن کریم کی ایک آیت جو صلوۃ وسلام کی تعمیم پر قطعیۃ الدلالت ہی رسالہ مذکور اسکی اندراج سے رہ گیا تھا
اسواسطے مناسب سمجھا گیا کہ یہان اسکا ذکر کر دیا جائے تاکہ طالب حق کو پوری بصارت و بصیرت حاصل ہو اور وہ یہہ ہی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي
عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ ای
مسلمانون اللہ کی یاد بہت کیا کرو اور صبح اور شام اسکی تسبیح مین رہا کرو وہ وہ ذات ہے کہ جو تمپر درود اور
رحمت نازل کرتا ہی اور اسکے فرشتے بھی تمپر درود بھیجتے ہین یہہ یاد اور تسبیح اسلئے ہی تاکہ اللہ تمکو کفر کی ظلمتون سے نکال
ایمان کے نور مین داخل کرے اور اللہ مسلمانون پر بڑا ہی مہربان ہی یہ آیت کریمہ اثبات مدعا کیلئے ایک دلیل محکم اور ثبوت
بین ہی اسمین صاف اشارہ ہی کہ صلوات اللہ مین کوئی خصوصیت نہین تمام متقی مسلمانون کیلئے اسکا استعمال بلاکراہت
بلا وسواس جائز ہی اور اسمین نکتہ یہہ بھی ہی جیسے اللہ تبارک وتعالی نے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الایہ
مین مضارع کا صیغہ ذکر کیا ہی اسی طرح اس آیت مین بھی اسی صیغہ مضارع کو بیان فرماکر اسبات کا فیصلہ کر دیا
کہ ہماری صلوۃ اور رحمت درود دائمی غیر منقطع ہی جسطرح بات عام ہی جو لفظ خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کے حق مین
تجویز ہوا بعینہ وہی لفظ وہی صیغہ عام مومنین کے حق مین استعمال ہوا جس سے اس بات کی صریح دلیل ہی کہ صلوۃ الہی
تعمیم کی مقتضی ہی خصوصیت کے مدعی کو دھوکا ہی لگا ہی جو وحی سماوی قرآنی کے فیصلہ کو چھوڑ کر اقوال کے پیچھے پڑا ہے
اور خدای علیم خوب جانتا تھا کہ اکثر علما محض اتباع سلف کے سبب اپنے زمانہ مین [illegible] تعمیم سے [illegible] حتی کہ انبیا
و ملائکہ کی خصائص کی فہرست مین اسکو جگہ دیجائیگی اور بلا مرضی الہی عام مسلمان اس رحمت غیر منقطعہ سے کلیۃ
محروم سمجھے جائینگے تب چودھوین صدی کے مجدد مسیح موعود حکم عدل کے بافیض زمانہ مین یہ قرآنی فیصلہ سمجھا کر اس تنگ دائرہ کو
وسیع کر دیا جائیگا چنانچہ الحمد للہ ایسا ہی ہوا یہان اہل بصیرت کو عرفان کا ایک عمدہ سبق ملتا ہی کہ رسول اللہ خاتم
الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام نے مسیح موعود کی شناخت یہہ بتلائی تھی جیسا کہ صحیح وغیرہ احادیث کی کتابون مین مذکور ہے

کہ وہ حکم ہوکر آئیگا یعنی اللہ سے وحی پاکر [illegible] اختلافات و فسادات کا فیصلہ کریگا [illegible]
[illegible] (حضرت [illegible]) [illegible]
[illegible]
اور [illegible]
اختلافات و فسادات [illegible] فیصلہ کی خواہش نہین
مین [illegible] قرآن
[illegible] علیہ الصلوۃ والسلام
کی پیشگوئی [illegible] کے ہاتھ سے
[illegible] اسکی قدر کرتے اور اسکی خاک پا کو اپنی
[illegible] اسکی ناشکری کی اور بری طرح کی حق
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پیشگوئی کو پوری کردیا
صدق اللہ ورسولہ الکریم اور دوسری مہدی جسکا دوسرا نام مسیح موعود ہے جب مبعوث ہوگا مہدی سیرت
مولوی اسکی سخت مخالفت کرینگے اور بلا خوض و فکر اسپر کفر کا فتوی لگا دینگے۔ اللھم صلی علی سیدنا محمد و
علی ال سیدنا محمد و بارک وسلم۔ اس بارہ مین ہمارا مستقل رسالہ دلیل محکم ہے اور
بڑی خوشی کا مقام ہے کہ امام بخاری جیسا محقق و مجتہد وقت نے بھی عدم اختصاص صلوۃ کا قائل ہوکر اپنی جامع صحیح مین ایک
باب باندھا ہے ہم یہ نہین کہتے ہین کہ ہمارے مخالف بھائیون مین بخل کا مادہ بہت بڑھا ہوا ہے وہ نہین چاہتے کہ انپر سوا
خدا کی رحمت اور کسی پر بھی نازل ہو اور دوسرونکے لئے رحمت و صلوۃ والسلام کی دعا کیجائے۔ دیکھو یہ لوگ نماز مین
استقبالا لا ابلا اتباعا [illegible] السلام علینا کہکر اپنی سلامتی چاہتے ہین۔ شاید انکے نزدیک نماز کے اندر صلوۃ و سلام بر غیر
انبیاء کرام جائز ہو اور خارج نماز مین ممنوع۔ انکو چاہئے کہ فراخ حوصلگی کا سبق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارشاد
سے حاصل کرین سلام علیک ساستغفر لک ربی الایۃ۔ حضرت خلیل اللہ تو زبت تراش کیلئے سلام کو
جو صلوۃ و رحمت کا مترادف ہے جائز رکہین۔ یہ ایک حضرات ہین کہ خاصان الہی و مقربان حضرت باری کے
حق مین ان الفاظ کے استعمال کو سنکر انکے دل اور انکے چہرے پر انقباض و استکراہ کے آثار نمودار ہوتے ہین

راقم خاکسار اثیم
سید عبد الرحیم کشکی احمدی